[illegible]

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

سہ ماہی

ممبئی

افکارِ رضا

مجدد اعظم امام احمد رضا نے فقہ حنفی کی نشر و اشاعت اور اسلامی فکر کی ترویج و تحفظ کا جو عظیم اور قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے وہ قطعاً فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے عصری تقاضوں کے مطابق مسائل فقہ کی نئے طرز پر تنقیح و تہذیب کی، فقہاء کے حق میں وہ متاخرین کی عبارتوں کی توضیح و تشریح اور تعبیر و تفہیم کے علاوہ بہت سے لاینحل مسائل کی عقدہ کشائی بھی کی۔ آپ نے اپنی ذہانت و فقہ اور خداداد صلاحیت سے فقہ کے بہت سے مخفی گوشوں کو اجاگر کیا۔ فقہاء کے کلام و عبارت میں جو تعارضات تھے انہیں اٹھا دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے عرب و عجم اور اپنے اور غیر سبھی آپ کی فقاہت کے مداح اور معترف نظر آتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ اور دیگر فقہی کتب و رسائل سے امام احمد رضا کی دقت نظر، وسعت علم، رسوخ فکر، کمال استعداد اور فقاہت میں مہارت و تبحر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آل مصطفیٰ مصباحی۔ جامعہ امجدیہ۔ گھوسی

تحریک فکر رضا

۱۶۷، ڈم شکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی ۔ ۴۰۰۰۰۸ (انڈیا)

RNI Regd. No. : 71248/99

سہ ماہی ممبئی

افکارِ رضا

SEPTEMBER 1999, VOLUME : I ISSUE : 2

پرنٹر پبلشر : محمد اسحاق محمد عمر مالک : زبیر علی حبیب علی

مطبع : پرنٹ ماسٹر پرنٹنگ پریس۔۔۔۔ 16، شمع بلڈنگ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400 008

پتہ دفتر : 167 ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی 400 008

ایڈیٹر : زبیر علی حبیب علی

صفحات : 80

فہرست

Correspondence Address:

Tehreek-e-Fikr-e-Raza : 167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008.

E-mail Address: zubairqadri@india.com

زیر ادارت — محمد زبیر قادری

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

بیسویں صدی کی عظیم ترین شخصیت

بیسویں صدی اپنے اختتام پر ہے۔ اکیسویں صدی کی آمد آمد ہے۔ اس وقت ساری دنیا میں نئی صدی کے استقبال کی تیاریاں زور و شور سے جاری ہیں۔ گزشتہ صدی میں جن افراد یا اداروں نے عظیم کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں انھیں یاد کیا جا رہا ہے، انھیں اجاگر کیا جا رہا ہے، انھیں خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے۔

ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا (۱۸۵۶ء تا ۱۹۲۱ء) اپنے عظیم الشان کارہائے نمایاں کی بنا پر بیسویں صدی کی عظیم ترین شخصیت ہیں۔ کوئی بھی شخصیت اسی وقت عظیم ترین کہلا سکتی ہے جب اس نے عوام الناس کے مذہب، سیاست، معاشرت، فلاح و بہبودگی، اصلاح و ترقی، مسائل کے حل، اتحاد و یکجہتی، رہبر و رہنمائی وغیرہ کیلئے نمایاں کام سر انجام دیئے ہوں۔ ہم امام احمد رضا کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو ہمیں ان کی ساری زندگی مسلمانوں کی فلاح و بہبودگی، اصلاح معاشرہ، تحفظ عقائد، رہبر و رہنمائی، اتحاد بین المسلمین اور رد فرق باطلہ کرتی نظر آئے گی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو پردہ فرمائے تقریباً ۷۸ سال کا عرصہ گزر گیا لیکن آج بھی مسلمانوں کا سواد اعظم انھیں اپنا رہبر و رہنما تسلیم کرتا ہے، انھیں اپنا امام مانتا ہے، ان کی تحریروں پر اعتماد کرتا ہے اور انھیں حق و باطل کو پرکھنے کی کسوٹی مانتا ہے۔ آج ہمیں دور دور تک اپنی جماعت میں کوئی ایسا قائد یا امام نظر نہیں آتا جس پر تمام جماعت کے لوگ اعتماد کرتے ہوں اس لئے آج بھی ہمارے لئے امام احمد رضا ہی رہبر و رہنما اور امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

امام احمد رضا اعلیٰ حضرت کہلاتے ہیں تو اس لئے کہ وہ اپنے زمانہ میں بہت اعلیٰ تھے۔ اسی دور میں یوں تو اور بھی لوگ اعلیٰ حضرت کے لقب سے مشہور تھے مگر دنیا نے صرف ایک ہی شخصیت کو اعلیٰ حضرت کے نام سے جانا اور وہ ہے امام احمد رضا۔ وہ اعلیٰ حضرت کہلائے اسی طرح کہ انھوں نے ایک فقیہ کی حیثیت سے کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت متعین کرنے کے علاوہ حرمین شریفین کی ایک وجیہہ

انھیں حل کر دیا جو کہ امت مسلمہ پر بھی احسان عظیم ہے اور ساتھ ہی غیر سودی بینکاری کا طریقہ کار بتا کر ماہرین معاشیات کو حیرت میں ڈال دیا۔ وہ اعلیٰ حضرت کہلائے اس لیے کہ جب امریکی ہیئت داں البرٹ ایف پورٹا کی دنیا کی تباہی سے متعلق پیش گوئی کو رد کر کے، آئزک نیوٹن اور آئن اسٹائن کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق پیش کر کے، ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے علم الریاضیات کے پیچیدہ سوالات حل کر کے، امت اسلامیہ کے لئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام پیش کر کے، تحریک ترک موالات، تحریک خلافت وغیرہ کے راز افشاء کر کے ـــــ اعلیٰ حضرت صرف مسلمانوں کیلئے ہی اعلیٰ نہیں ہیں بلکہ ان کے علمی کارناموں نے انھیں غیر مسلموں میں بھی اعلیٰ بنا دیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اس لحاظ سے اس صدی کی عظیم ترین شخصیت کہلانے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ایسے کٹھن دور میں اسلام و سنیت کا تحفظ فرمایا جب ہر طرف سے مسلمانوں کے ایمان و عقائد پر حملے کیے جا رہے تھے۔ ہندوستان میں شاطر انگریزوں نے اقتدار چونکہ مسلمانوں سے چھینا تھا اس لئے مسلمانوں کو کمزور کرنے اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کیلئے انھیں وہابی، دیوبندی، نیچری، اہل قرآن وغیرہ مختلف فرقوں میں بانٹ دیا، کہیں ہندوؤں سے لڑایا تو کہیں سیاسی جوڑ توڑ کیا۔ ایسے وقت امام احمد رضا نے ہر ہر محاذ سے محققانہ رہنمائی کا فریضہ انجام دیا، تمام دشمنوں کا منہ توڑ جواب دیا اور ہر ایک کے مذموم مقاصد کو طشت از بام کیا، عوام اہل سنت کو تمام فتنوں سے بچایا۔ جن دشمنوں کو ان کا یہ انداز نہیں بھایا، ان کی آنکھ میں امام احمد رضا کانٹے کی طرح کھٹکنے لگے۔ تب تمام طاغوتی طاقتوں نے مل جل کر امام احمد رضا کی ذات پر حملے شروع کر دیے، امام احمد رضا جس مسلک کے علمبردار تھے اسے بھی ختم کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ اور دشمن اپنی سازشوں میں بہت کامیاب بھی رہے۔ ایک طویل عرصہ تک انھوں نے امام احمد رضا کو الزامات کی تاریک چادر میں چھپائے رکھا، اور جماعت اہل سنت افلاس کی وجہ سے اپنے امام کا دفاع کرنے سے قاصر رہی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے ولی کو تنہا کیسے چھوڑ دیتا، اس نے وسائل پیدا کیے اور امام احمد رضا کی شخصیت پر سے تاریکی چھٹنے لگی اور انشاء اللہ اب یہ نور قیامت تک منور رہے گا۔

ہم اس بات پر جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے جس ملک ہندوستان میں جنم لیا جس کے ایک شہر بریلی سے تحریک عشق رسول کے مشن کا آغاز کیا جو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا۔ محدود حمل و نقل اور وسائل کے اس زمانے میں اعلیٰ حضرت نے دنیا بھر کے لوگوں کو

اپنی تعلیمات سے فیض پہنچایا۔ انھوں نے اپنے شاگردوں، خلفاء، مریدین و متوسلین کے ذریعہ اپنے مشن کو عام کیا۔ بقول علامہ ارشد القادری "انھوں نے اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ دین حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک و صاف کر دیا ہے کہ اب ان کی فکر کے ساتھ وابستگی اہل حق کی علامت بن گئی ہے یہی وجہ ہے کہ سارے فرقہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی اور جماعتی شناخت کیلئے ہمارے پاس "بریلوی" کے لفظ سے زیادہ جامع اور مختصر کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے۔ اور ساری دنیا میں "بریلوی" اہل سنت کا علامتی نشان سمجھا جاتا ہے۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اس لحاظ سے بھی اس صدی کی عظیم ترین شخصیت ہیں کہ وہ ایک سچے عاشق رسول تھے، ان کا عشق رسول مثالی ہے۔ وہ ہر شخص کو عشق رسول کی کسوٹی پر پرکھتے تھے۔ انھوں نے عشق رسول کی بنیاد پر ہر اس شخص سے دشمنی مول لی جو رسول ﷺ کی بارگاہ کا بے ادب اور گستاخ تھا۔ آج عشق رسول کے دعویدار تو بہت ہیں مگر دین پر مر مٹنے کا جذبہ نظر نہیں آتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو اللہ تعالیٰ نے مجدد بنا کر بھیجا۔ امام احمد رضا کی حیات میں ہی عرب و عجم کے جید علماء کرام نے انھیں مجدد مانا، انھیں اپنا ہادی، رہبر اور امام تسلیم کیا۔ امام وہ ہوتا ہے جو زمانے پر نظر رکھے اور امت کی رہبری کرے۔ بطور رہبر کے امام احمد رضا کی تعلیمات آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت کی بناء پر آج بھی باطل قوتیں ان کے خلاف مسلسل سازشیں کر رہی ہیں۔ ہماری اپنی جماعت میں کچھ ایسے خطیبوں نے امام احمد رضا سے متعلق بدگمانیاں پھیلانا شروع کر دی ہیں۔ ہمیں ان سازشوں کے پیچھے چھپے ایمان کو تیغ تیغ کر کے اپنا اتحاد اپنا مسلک بچانا ہوگا۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ امام احمد رضا کی تصانیف کثیر تعداد میں شائع کر کے عام کی جائیں، جہاں تک ممکن ہو ہر زبان میں فکر رضا کی ترویج و اشاعت ہو۔ الحمد للہ اس ضمن میں چند ادارے کامیاب کوششیں کر رہے ہیں اس کے باوجود ہمیں سخت محنت کی ضرورت ہے اس لئے کہ بد مذہب فرقے کچھ دنیاوی وسائل سے کچھ ہماری تساہلی اور غفلت سے مستحکم ہو چکے ہیں۔ ان کی جڑیں کمزور کرنے کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں آپسی اختلافات میں ضائع نہ کرتے ہوئے مسلک حق کے دشمنوں کے خلاف استعمال کی جائیں تبھی ہم امام احمد رضا کو سچا خراج عقیدت پیش کر سکیں گے۔

آیئے ہم اور آپ مل کر یہ عہد کریں کہ آنے والی صدی میں بھی ہم امام احمد رضا کے افکار و نظریات پر کاربند رہیں گے اور فکر رضا کی ترویج و اشاعت میں کوشاں رہیں گے۔

برطانیہ میں دو ۲ روزہ سُنّی اجتماع

الحمد للہ برطانیہ کی سرزمین پر سنی دعوت اسلامی کا چوتھا سالانہ سنی اجتماع بڑے زور و شور اور اپنی تمام روحانی شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔ بتاریخ ۸؍۹ اگست ۱۹۹۹ء کو بعد نماز عصر تلاوت کلام پاک کے بعد حضرت پیر طریقت سید آل رسول الحسینی نورانی میاں صاحب قبلہ مد ظلہ العالی جو برطانیہ میں مقیم ہیں کی مشفقانہ دعاؤں کے ساتھ اجتماع کا آغاز ہوا۔۔۔ اور اس کے بعد شروع ہوا درس و تدریس، تعلیم و تربیت، علم و عمل، مسلکی مسائل، نعت و منقبت، نعرۂ تکبیر و رسالت، اور ذکر و فکر کے علاوہ علمائے کرام کے ولولہ انگیز خطابات اور اردو اسلام کے نغموں کا وہ مبارک و نورانی سلسلہ جس سے تمام حاضرین و سامعین کے مشام جاں معطر ہو گئے۔ اس اجتماع میں خصوصیت کے ساتھ رئیس القلم، داعی کبیر، رہبر شریعت جانشین مفتی اعظم، حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ مد ظلہ العالی نے اپنی علالت کے باوجود امریکہ سے برطانیہ تک کا تھکا دینے والا طویل سفر طے کر کے صرف شرکت فرمائی بلکہ اپنی فلسفیانہ خطابات سے بھی نوازا اور حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تقریباً ۲۰ سال قبل برطانیہ کی سرزمین پر ہم نے دعوت کا ایک خواب دیکھا تھا۔ الحمد للہ آج سنی دعوت اسلامی ہمارے اسی خواب کی تعبیر اور کوششوں کی فصل بہار کی شکل میں ہمارے سامنے لہلہا رہی ہے اور اس کے لئے امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا حافظ و قاری محمد شاکر صاحب قبلہ نوری قابل صد مبارکباد ہیں۔

مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں خاں صاحب اعظمی نے مانچسٹر اور برطانیہ کے دیگر علاقوں میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود دونوں روز شرکت فرما کر اپنے فلسفیانہ مضامین اور اپنے فکر انگیز خطابات سے سامعین کو مسحور کر دیا۔ موصوف نے انتہائی عاجزی کے ساتھ فرمایا کہ مولانا شاکر جس قسم کی گفتگو اور بیان کرتے ہیں، اہل علم بھی چاہتے ہیں کہ اپنے موضوعات پر ایسی صرف کر کے تقاضا کرتے ہیں ہے۔ وہ گفتگو جس میں ثقافت کی سحر آفرینی نہ ہو، الفاظ کا حسن و نزاکت ہو، اشعار کی چاشنی نہ ہو، مگر اخلاص ہو، درد ہو، ملت کے لئے تڑپ اور کچھ کر دکھانے کی ہمت ہو، ایثار ہو اور قربانی ہو تو ایسی بات سیدھے سامع کے دل میں اتر جاتی ہے اور اس کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج برطانیہ کی سرزمین پر جہاں اسلام اور اہل اسلام کو زک پہنچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے ہمارے افراد کا ایک ایک ہم ساخت کے لئے تیار ہو جانا ایک عظیم کارنامہ ہے اور یہ محض اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرما دے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی سے اس طرح کا کام لینا چاہتا ہے تو اسے استقلال دیتا ہے۔ حضرت نے مزید فرمایا کہ آج کی رات نہ جانے کتنے افراد اپنے ضمیر کو مردہ کر کے اپنی آخرت سے بے پروا ہو کر رات کی تاریکی کے سیاہ پردے میں کسی ذلت بے حیائی پھیلانے میں اس رات کا ثواب لوٹ رہے ہوں گے مگر سنی دعوت اسلامی نے یہاں قوم کو اس رات میں آنے والوں کو جوڑ کر اور توسل سے دعا کر کے

اذکار کا سرور عطا کر دیا ہے۔

سلطنتِ اسلام کے علاوہ ہالینڈ سے خصوصی طور پر اجتماع میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہوئے ہردلعزیز عالم دین حضرت علامہ مولانا مفتی شفیق الرحمن صاحب قبلہ مصباحی نے بھی ایک خاص اصلاحی خطاب فرمایا۔ ان کے علاوہ وہاں کے [illegible] مسجد کے خطیب و امام مولانا ارشد مصباحی نے انگریزی میں نہایت شاندار خطاب فرمایا۔ علاوہ ازیں ہالینڈ میں سنی دعوتِ اسلامی کے نگراں اور [illegible] نور مسجد کے خطیب و امام عالم جلیل حضرت مولانا محمد [illegible] صاحب مصباحی اور [illegible] مسجد [illegible] کے خطیب و امام مبلغ سنی دعوتِ اسلامی حضرت مولانا محمد حسن صاحب بیلجیم [illegible] سے تشریف لائے ہوئے مولانا محمد طارق اور دیگر مبلغین کے بھی خطاب ہوئے۔ [illegible] مبلغ سنی دعوتِ اسلامی محمد رضوی صاحب [illegible] نعتِ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھول نچھاور کرتے اور [illegible] سے کوئی [illegible] اصل شرکاء کی تعداد میں خاصہ اضافہ [illegible] کے کونے کونے سے علماء کرام اور [illegible] کے علاوہ لندن، [illegible] بیلجیم [illegible] اور [illegible] [illegible] وغیرہ متعدد علاقوں سے عوام اور خصوصاً خواتین نے شرکت فرمائی۔ اس اجتماع کی ایک اور خصوصیت یہ رہی کہ اس میں نوجوانوں کی خاطر خاص طور سے انگریزی میں خطابات و مسائل کے حلقوں کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں مبلغین سنی دعوت اسلامی محمد [illegible] رضوی، [illegible] وغیرہ کے علاوہ قاری محمد رضوان نے بھی شرکاء کی رہنمائی کی۔ لندن اور [illegible] کے نوجوانوں نے بھی نعتیہ [illegible] فضا میں بکھیرے اور تہجد کے وقت جب امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکر صاحب کے ساتھ شرکائے اجتماع نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو سبھی کے دلوں پر [illegible] کی حقیقت آشکارا ہوئی [illegible] اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ سبھی نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اس ایک رات کی تہجد گزاری کے طفیل ہمیشہ تہجد گزار بننے کی دعا مانگی۔ [illegible] علاوہ طلوع [illegible] آنکھوں میں شب بیداری کے [illegible] ضرور جھلک رہے تھے مگر ساتھ ہی ساتھ ایک روحانی تسکین کا احساس چہروں سے صاف جھلک رہا تھا۔ پھر مسائل کے حلقے [illegible] کی [illegible] کے لئے [illegible] اور [illegible] کے پھولوں کے ساتھ ساتھ امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکر صاحب قبلہ بھی [illegible] شرکاء کے [illegible] کرتے [illegible] مسلمانوں سے ملاقات کر کے انہیں دین کی [illegible] دیتے رہے [illegible] کرتے رہے اور اجتماع کا آخری سیشن شروع ہوا تو پنڈال میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ لوگ اس قدر قریب ہو کر بیٹھے تھے کہ ایک دوسرے کی دل کی دھڑکنوں سے آتی ہوئی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تھرتھراہٹ کو محسوس کر رہے ہوں۔ ایسے [illegible] ماحول میں مصر سے تشریف لائے ہوئے فضیلۃ الشیخ حضرت علامہ مولانا محمد حسن [illegible] دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی فصیح عربی اور [illegible] انگریزی کے حسین امتزاج میں [illegible] عشقِ رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کی محبتوں سے بھرپور خطاب دل پذیر سے سامعین کو اشکبار کر دیا۔ جس کے بعد مجلس شوریٰ کے تحریک دلانے ہوئے دردِ اسلام سے متعلق ایک ایک لعل نذر کی حضرت علامہ فروغ القادری نے ہمیں اپنی محتاج علم گفتگو کو حاصل کرنے کا پیغام دیا اور پھر مفکر اسلام علامہ قمر الزماں صاحب اعظمی نے اپنی زندگی سے بھرپور اور حسین تکلم سے مشہور و معروف انگریزی زبان سے اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتوں کی فضیلت اور ضرورت ایسے خوبصورت الفاظ اور انداز میں بیان فرمائی کہ عوام تو عوام علماء بھی عش عش کر اٹھے اور تمام حاضرین کے دلوں میں اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دریا موجزن ہوا جس کی لہروں سے بھر جائے تکبیر و رسالت کی شکل میں خوشنما اتفاقی کو دنیا کے سامعین پر واضح کر دیا اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول عملی شکل کر اپنے سینے … ہوئی اپنے گھر کی طرف لوٹ گئے۔ گویا اب ہر ایک کے تصور میں مدینہ ہی مدینہ تھا اور اب پیدل ہی تھی امیر سنی دعوت اسلامی کی تقریر کی آمد سے قبل قاری محمد شعیب نے دھیرے سے "مسلک اعلیٰ حضرت سلامت رہے" اس حقیقت کی شکل میں امام احمد رضا کو یاد کیا --- ہر سامع کے دل کے تاروں سے یہی آواز آنے لگی اور سارا پنڈال مدہوش ہو گیا اور اسی کیف و مستی میں جب مولانا شاکر صاحب نے پڑھا "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" تو گویا سب کی سانسیں ایک لمحے کے لئے تھم سی گئیں۔ اب سارے مجمع کی کوشش تھی ہر طرف سسکیاں اور سانسوں کی آوازیں تھیں جو اشکبار آنسوؤں کے ساتھ مل کر لوگوں کو توبہ کے پانی سے وضو کرا رہی تھیں۔ امیر سنی دعوت اسلامی مخاطب تھے --- میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے دیوانو! --- انسان کی پیدائش کا مقصد یاد کیجئے۔ … ایک انسان اور کامل مومن کی ادا ہی عشق رسول ﷺ ہے اور انتہا بھی عشق رسول ﷺ ہے۔ گناہوں سے توبہ کر … ہم پہ وہ نصیحتیں ارشاد فرمائے کہ نہ جانے کون سا عالم تھا کہ احساس ہی نہ ہو سکا کب یہ بیان دعا کی شکل میں تبدیل ہو گیا اور دھیرے دھیرے سب تصورِ مدینہ میں اپنے خالق کی طرف لوٹ گئے۔ اے بزرگوں غلامانِ مصطفیٰ ﷺ نے آنسوؤں کی لڑیوں میں گزارے … صلوٰۃ و سلام اور پھر نورانی پیاری دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا … کی زندگی میں ایک نئے باب کا آغاز ہو چکا تھا … کے اندھیرے سے چھٹ چکے تھے اور ہدایت کا سورج نئی روشنی کے ساتھ منور ہو چکا تھا۔

اللہ عزوجل اس اجتماع کو شرف قبولیت عطا فرمائے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل ہم سب کے لئے دارین کی سعادت کا ذریعہ بنائے آمین۔

شعبہ نشر و اشاعت سنی دعوت اسلامی مرکز اسمٰعیل حبیب مسجد ممبئی ۳

نوٹ:- دو دن کے اجتماع سے قبل امیر سنی دعوت اسلامی مولانا شاکر صاحب نوری نے پرتگال اور اس کے بعد امریکہ اور کینیڈا کا بھی دورہ فرمایا اور اب الحمد للہ وہاں بھی تحریک کی شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔

اردو نثر نگاری اور امام احمد رضا

ڈاکٹر صابر سنبھلی (ریڈر)
صدر شعبۂ اردو ایم۔ ایچ۔ (پی۔ جی) کالج مرادآباد

جب بھی جدید اردو نثر کی ابتدا اور اس کو علمی موضوعات کے اظہار کی زبان بنانے اور اس کو فروغ دینے کی بات آتی ہے تب اردو نثر کے قاری، اردو کتابوں کے مرتبین و مصنفین، اردو کے طلبہ سب یہی کہتے ہیں کہ جدید اردو نثر کو سر سید احمد خاں نے جنم دیا، انھوں نے ہی "تہذیب الاخلاق" کے ذریعے اس کو پروان چڑھایا اور انھوں نے ہی اس زبان کو اس قابل بنایا کہ ہر قسم کے مطالب ادا کر سکے اور انھوں نے اور ان کے رفقاء نے ہی اس کو فروغ دیا۔

سر سید احمد خاں کے گرد اہل قلم کا ایک حلقہ تھا، جس میں مورخ بھی تھے محقق بھی، نقاد بھی تھے انشاپرداز بھی، ماہرین لسانیات بھی تھے تذکرہ نگار بھی، ناول نگار بھی تھے مترجم بھی، سوانح نگار بھی تھے اور مولوی بھی۔ غرض سر سید اور ان کے رفقاء نے ہر موضوع پر لکھا اور اردو کو فروغ حاصل ہوتا چلا گیا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ اردو نثر اپنے فروغ کے لئے انھیں کے قلم کی مرہون منت ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی اور سر سید احمد خاں کے قلم کی جولانیوں کا عہد تقریباً ایک ہی ہے۔ لیکن مورخین ادب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ وجہ کچھ بھی ہو لیکن اب اس کے تدارک کی ضرورت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سر سید احمد خاں سے قبل اردو نثر عربی و فارسی زبانوں کی گرفت میں تھی اور اس نثر کے لکھنے کا مقصد ادائے مطلب سے زیادہ اپنی قابلیت کا لوہا منوانا ہوتا تھا، جس سے ابہام کا عیب بھی پیدا ہو جاتا تھا۔ اس لئے یہ نثر صرف قصے کہانیوں کے کام کی تھی۔ علمی مطالب اس میں بیان نہیں کئے جا سکتے تھے۔ سادہ اور عام نثر کے ذریعہ کم علمی کی بات کہی جاتی تھی جبکہ یہی نثر عہد کو علمی کاموں کے لئے نہایت موزوں اور مناسب ثابت ہوئی۔

موجودہ علمی نثر سر سید احمد خاں کی ایجاد نہیں ہے۔ اگر ہم اردو نثر کے ارتقا پر غور کریں تو سادہ نویسوں میں سب سے پہلے بادشاہ شاہ عالم ثانی کا نام آتا ہے جن کی تصنیف "عجائب القصص" اردو میں

سادہ و سلیس کی بہتر مثال ہے۔ مولانا شاہ عالم اولی جیسا تھے۔ وہ صرف املا کرا سکتے تھے۔ بہر حال اس نثر میں اسلوب کسی کی کاوش اور سادہ نگاری کی ابتدا انہیں سے ہوتی ہے۔ لیکن اس کا دائرہ کار قصہ کہانیوں تک ہی محدود رہا۔ پھر میر امن کی باغ و بہار کا نمبر آتا ہے۔ یہ کتاب بڑی چابکدستی اور دلکش نثر میں لکھی گئی ہے لیکن یہ بھی داستان ہی ہے۔ علمی موضوعات کو جس شخص نے سب سے پہلے زبان دی وہ غالب تھا۔ اس نے بعض علمی باتوں کو اپنے خطوط میں بیان کیا۔ گویا جدید نثر کے موجد بانی سرسید احمد خاں نہیں بلکہ مرزا غالب تھے۔ البتہ فروغ دینے والوں میں سرسید احمد خاں اور ان کے رفقاء کے نام قابل ذکر ہیں۔

سرسید احمد خاں کی ولادت ۱۸۱۷ء میں ہوئی۔ پچاس سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے انہوں نے جام جم، اسباب بغاوت ہند، آثار الصنادید جیسی مشہور تصنیف کیں اور علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ بھی جاری کیا لیکن یہاں تک ان کی نثر میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے ان کی شناخت ہوتی ہو۔ ۱۸۷۰ء کے بالکل آخر میں جب انہوں نے رسالہ "تہذیب الاخلاق" جاری کیا تو جدید نثر کے فروغ کی راہ بھی ہموار ہوئی۔ اس رسالے کے لئے انہوں نے بہت سے مضامین لکھے اور ان کی زبان عربی فارسی کے اثر سے آزاد تھی۔ اس سے دوسروں کو بھی تحریک ہوئی اور سادہ نگاری کو بھی تقویت حاصل ہوئی۔

امام احمد رضا کی ولادت ۱۸۵۶ء میں ہوئی اور انہوں نے ۱۳ سال کی عمر میں قلم سنبھال لیا۔ ان کی نثر خالص علمی (تحقیقی) تھی۔ اس لیے وہ عربی فارسی الفاظ سے آزاد نہیں ہو سکی تھی (اور اب بھی نہیں ہو سکی) لیکن ابہام کے عیب سے قطعی خالی تھی اس لئے یہ بلاشبہ جدید نثر ہے۔ ان کی اردو کی پہلی تصنیف جو اب تک معلوم ہے "[illegible]" تھی جو ۱۲۹۳ھ ۔۔۔۔۔۔ مطابق ۱۸۷۶ء میں لکھی گئی اور دوسری "[illegible] الاجابات لدعاء الاموات" تھی یہ بھی تقریباً اسی زمانے میں لکھی گئی لیکن شاید دونوں میں سے کوئی شائع نہیں ہو سکی۔ اس طرح ان دونوں کی جدید نثر نگاری کا زمانہ تقریباً ایک ہی ہے۔ فرق یہ رہا کہ سرسید احمد خاں کی تصانیف منظر عام پر آتی رہیں اور امام احمد رضا کی ساری تصانیف اب تک بھی شائع نہیں ہوئی ہیں۔

امام احمد رضا سے پہلے بھی تحقیقی نثر لکھی گئی، دکنی کی کاوشیں تو کسی طرح جدید نثر نہیں کہی جا سکتیں اسی طرح شمالی ہند میں شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن یا مولوی اسمٰعیل دہلوی کے رسالے جدید نثر سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ البتہ مولانا فضل رسول بدایونی، اعلیٰ حضرت جد امجد مولانا عبد القادر بدایونی، امام احمد رضا کے والد ماجد قدوۃ المحققین مفتی نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہم نے

بھی اردو کی تقدیسی نثر لکھی، لیکن ان تینوں دوروں کی کتابیں بھی قدیم اور جدید نثر کے مابین پل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ سر سید احمد خاں اور امام احمد رضا کے عہد میں کچھ اور لوگ بھی نثر لکھ رہے تھے۔ مولوی قاسم نانوتوی کی ایک کتاب "تحذیر الناس" راقم السطور کی نظر سے گزری ہے۔ فقیر کو علمیت میں کوئی دخل نہیں لیکن تھوڑی بہت فارسی سمجھ لیتا ہے اس کے باوجود "تحذیر الناس" جیسی اردو کی کتاب سمجھی جاتی ہے، سر سے گزر گئی۔ مولوی اشرف علی تھانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی کی نثر کوئی پہچان نہیں بنا پائی۔ یوں بھی ان دونوں کی نثر بچکانہ ہے اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اردو کی جدید علمی نثر کے فروغ کا کام سر سید احمد خاں اور امام احمد رضا نے ہی کیا ہے لیکن اس بارے میں ایک کا نام مشہور ہو گیا دوسرے کا مستور رہا۔

ذرا ان دونوں کی نثر کی کمیت پر بھی نظر ڈال لیجے۔ امام احمد رضا کی اردو تصانیف ابھی تک شمار کے دائرے میں نہیں آ سکی ہیں۔ یہ بلاشبہ سیکڑوں ہیں اور ہزارہا صفحات پر محیط ہیں۔ سر سید احمد خاں نے بھی بہت لکھا، حالی، شبلی، نذیر احمد اور سر سید کے دوسرے رفقاء نے بھی بہت لکھا۔ ان کے ہم عصروں میں محمد حسین آزاد بھی ان سے پیچھے نہ رہے لیکن ان میں کسی کا کام بھی امام احمد رضا کے برابر نہیں ہے بلکہ ان میں سے چند مصنفین کی تصانیف بھی امام احمد رضا کی تصانیف کے برابر نہیں ہو سکیں۔ اس لیے اگر صفحات کی تعداد کو بھی دیکھا جائے تب بھی امام احمد رضا کا نمبر سر سید سے اوپر رہتا ہے۔

کیفیت پر غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ جتنے علوم میں امام احمد رضا نے تصانیف کیں اتنے علوم میں سر سید احمد خاں اور ان کے تمام رفقاء نے بھی نہیں کیں بلکہ اس سے آدھے علوم میں بھی نہیں کیں۔ علاوہ بریں یہ بھی دیکھیے کہ سر سید اور ان کے ہم عصروں کی نثر جاندار سہی لیکن سر سید کا یہ عالم تھا کہ ادائے مطلب کے لیے سر سید احمد خاں قواعد پر بھی ہاتھ صاف کر جاتے تھے یا ادائے مطلب پر صحت زبان کو قربان کر دیتے تھے۔ شبلی کے "موازنہ انیس و دبیر" میں زبان کی غلطیوں کی نشاندہی میر افضل علی ضو صاحب "رد الموازنہ" نے کی۔ مولوی نذیر احمد کی تصنیف "امہات الامہ" میں محاوروں کے غلط استعمال کی وجہ سے تحریف مقدس میں بدل گئی اور کتاب کی جلدوں کو چوراہے پر رکھ کر جلایا گیا۔ امام احمد رضا کی کمیاں تلاش کرنا اگرچہ کچھ لوگوں کی زندگی کا منصب ہی ہے۔ انھیں اگر کوئی غلطی نہیں ملتی تو کسی بات کو غلط کر کر تشہیر کرتے ہیں لیکن ان کی نثر میں کوئی غلطی، محاوراتی، قواعد یا اسلوب کی غلطی کی نشاندہی ابھی تک نہیں کی جا سکی ہے۔

اب ایک اور پہلو پر غور فرمایئے۔ حالی کی نثر کا اسلوب بہت جاندار ہے۔ شبلی کی نثر کی رنگینی دل کو کھینچتی ہے۔ حسن اور کشش کو دیکھئے تو شبلی اور محمد حسین آزاد کی نثر کا جواب ملنا مشکل ہے۔ غالب کا کلام اگرچہ تھوڑا ہی ہے لیکن اس نے جو کچھ لکھا ادب العالیہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اب یہ بھی دیکھئے کہ یہ لوگ کس طرح لکھتے تھے۔ لکھتے تھے اور بار بار درست کرتے تھے۔ بعض جملوں اور پیراگرافوں کو کئی بار کاٹ کاٹ کر لکھتے تھے۔ شبلی اور محمد حسین آزاد کی نثر کے بارے میں تو اس طرح کے شواہد موجود ہیں۔ جو لوگ نثر نویسی کرتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ایک بار کی لکھی ہوئی عبارت حسن اور کشش لانے کی غرض سے اور ادائے مطلب کی خاطر بار بار لکھی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ پچھلے وقت تک صحت کا عمل جاری رہتا ہے۔ یہ دو تین ادیبوں کے بارے میں بھی اس طرح کے شواہد ملتے ہیں۔ تو کیا امام احمد رضا بھی ایسا ہی کرتے تھے؟ سوچیے اور غور کیجئے کہ ان کے پاس اتنا وقت کہاں تھا۔ جس شخص نے اتنا زیادہ لکھا ہو اس کو اتنا وقت مل بھی کہاں سکتا تھا۔ وہ تو ایک وقت میں دو دو تین تین آدمیوں کو الگ الگ موضوعات پر املا کراتے تھے۔ اور قرآن کریم کا ترجمہ تو گویا چلتے پھرتے ہی کیا ہے لیکن کیا مجال کہ جملوں میں کہیں بے ربطی ہو یا عبارت میں کہیں کوئی جھول ہو۔ طویل طویل رسائل تصنیف کیے نہ پہلے سے کوئی خاکہ بنایا نہ Synopsis دیکھا۔ لکھنا شروع کر دیا تو لکھتے چلے گئے اور جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر دیا۔ کوئی معمولی سے معمولی بات بھی باقی نہیں رہ گئی جو لکھ نہ دی ہو۔ پھر پڑھیے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک رسالہ لکھنے سے پہلے مہینوں بلکہ برسوں کتابوں کو الٹا پلٹا ہوگا۔ پہلے مسودہ تیار کیا ہوگا پھر اس کو ٹھیک ٹھاک کر کے مسودہ تیار کیا ہوگا اور اس طرح ایک ایک رسالے کی تصنیف میں مہینوں لگے ہوں گے۔ لیکن ایسا سوچنے والا سوچتا ہے۔ یہاں تو ایک رسالے کی تصنیف کا اوسط چند روز ہی آتا ہے اگر وہ اس طرح لکھتے جس طرح عام مصنفین لکھتے ہیں تو کیا اتنا کام ممکن تھا جتنا انہوں نے کیا ہے۔ جواب ہوگا ہرگز نہیں۔ غور کیجئے تو اردو ادب کی تاریخ میں اس طرح قلم برداشتہ لکھنے والا صرف ایک شخص اور ہوا ہے اور وہ تھا پنڈت رتن ناتھ سرشار صاحب "فسانۂ آزاد" لیکن وہ شگفتگی کا مرد میدان تھا اور اس کے یہاں بے ربطی بھی بہت پائی جاتی ہے۔ اس ایک کے علاوہ دوسری مثال محال ہے۔ اب ذرا اس خوبی پر غور کیجئے اور کمیت اور کیفیت (دو پیمانے) کو ذہن میں رکھتے ہوئے بتائیے کہ اردو میں ایسا نثر نگار اور کون ہے جس کو ان کے مقابلہ میں رکھا جا سکے۔

امام احمد رضا عربی و فارسی زبانوں کے بھی عالم تھے۔ پھر مسائل شرعیہ میں فارسی و عربی الفاظ

کے بغیر کلام چل ہی نہیں سکتا۔ اس لیے شاید کسی کو شبہ ہو کہ ان کی نثر عربی فارسی کے بوجھل پن سے گراں نہیں ہوئی۔ تو عرض یہ ہے کہ مسائل دینیہ خالص اردو میں جس میں عربی و فارسی کے الفاظ نہ ہوں، لکھی ہی نہیں جا سکتی۔ پھر امام احمد رضا عربی و فارسی اور اردو کے بڑے عالم تھے۔ اس لیے وہ جانتے تھے کہ کہاں عربی کا لفظ زیادہ مناسب ہے اور کہاں اردو یا فارسی کا۔ اس لیے انہوں نے جہاں جس لفظ کو مناسب سمجھا ہے اس کو استعمال کیا ہے اور فصاحت کا التزام بھی کیا ہے۔

عربی اور فارسی الفاظ کی کثرت قاری کو لغت کا سہارا لینے پر مجبور کرتی ہے اور علمی موضوعات میں یہ ناگزیر ہے۔ بعض جگہ علماء کو بھی لغت کی ورق گردانی پڑ سکتی ہے۔ لیکن امام احمد رضا کی نثر کی خوبی یہ ہے کہ وہ ابہام کے عیب سے پاک ہے۔ انہوں نے الفاظ کی بھول بھلیاں بنا کر اپنی نثر کو چیستاں نہیں بنایا۔ عبارت بے ساختہ ہے، رواں ہے، واضح ہے اور یہی نثر کی بڑی خوبی ہے۔ اس میں حسب ضرورت آنے والے مشکل الفاظ کے علاوہ کوئی چیز تفہیم کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔ حضرت امام احمد رضا کی نثر کا عام رنگ یہ ہے:

> "آج کل بہت بے علم اس حصہ کے معنی گلے کے سمجھتے ہیں۔ یعنی پانی حلق میں لے کر اگل دیتے ہیں کہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک نہیں پہنچتا۔ یوں غسل نہیں اترتا، نہ اس غسل سے نماز ہو سکے، نہ مسجد میں جانا جائز ہو، بلکہ فرض ہے کہ داڑھوں کے پیچھے، گالوں کی تہ میں، دانتوں کی جڑ میں، دانتوں کی کھڑکیوں میں، حلق کے کنارے تک ہر پرزے پر پانی بہے، یہاں تک کہ اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکے گی دانتوں کی جڑ یا کھڑکیوں وغیرہ میں حائل ہو تو لازم ہے کہ اس کو جدا کر کے کلی کرے، ورنہ غسل نہ ہوگا۔ ہاں اگر اس کے جدا کرنے میں حرج و ضرر و اذیت ہو، جس طرح پانوں کی کثرت سے جڑوں میں چونا جم کر سخت ہو جاتا ہے کہ جب تک زیادہ ہو کر آپ ہی جگہ نہ چھوڑے چھڑانے کے قابل نہیں ہوتا۔ یا عورتوں کے دانتوں میں مسی کی ریخیں جم جاتی ہیں کہ ان کے چھیلنے میں دانتوں یا مسوڑھوں کی مضرت کا اندیشہ ہے۔ تو جب تک یہ حالت رہے گی، معاف ہوگی۔" ۳؎

زبان موضوع کے لحاظ سے کہیں آسان ہے اور کہیں دشوار ہے۔ لیکن بات وہی ہے جو پہلے کہی گئی کہ الفاظ مشکل ہو سکتے ہیں لیکن موضوع کا تقاضا ہے کہ مشکل ہوں لیکن کہیں ابہام یا الجھاؤ نہیں ہے۔

حج میں روانی، بدعت شیع اور خرافات کا منظر بھی دیکھنے کو مل جاتا ہے۔ آریوں کا عقیدہ ہے کہ ایشور ہر جگہ رما ہوا ہے اور ہر شخص کے آگے دس انگلی کے فاصلے پر موجود ہے اس خیال کی کیا مزے سے گرد جھیاں اڑاتے ہیں۔ قابل ملاحظہ ہے۔

"دس انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے ٹھہا ہے تو ہر جگہ کب ہوا۔ پھر وہ آدمی آمنے سامنے دس انگلی کے فاصلے پر ہوں تو ایشور آٹھ انگل ہر ایک کے پیٹ میں گھسا ہوا ٹھہرا .... جب ہر جگہ رما ہوا ہے، فرض کرو ایک شخص نے دوسرے کے جوتا مارا تو یہ فضا جس میں جوتا چل کر اس کے بدن تک گیا اس میں بھی ایشور تھا یا نہیں۔ کیوں کر ہو گا کہ وہ سب جگہ ہے اور جب یہاں بھی تھا تو وہ جوتے ہوئے دیکھ کر ہٹ گیا یا جوتا اس کے اندر ہوتا ہوا نکل گیا۔ ہٹ تو سکتا نہیں ورنہ ہر جگہ کب رہا، یہ جگہ خالی ہو جائے گی ضرور جوتا اس میں ہو کر گزرا۔ عجب ایشور ہے کہ جوتے سے پھٹ گیا۔ پھر اس شخص کے جس حصہ بدن پر جوتا پڑا وہاں بھی ایشور تھا یا نہیں۔ نہیں نہ کہیے ورنہ ہر جگہ نہیں رہے گا اور جب وہاں بھی تھا تو اب بتائے کہ یہ جوتا کس پر پڑا۔ کاش ذرا ایشور جوتیوں پر لگتا، سیدھا بھی ہے تو بری چیز ہے۔ یہی ہیں آریہ اور ان کے ایشور۔ کیا انہوں نے خدا کو جانا؟" ۳۰

لطیف مزاج کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیے۔ مولانا حسنین رضا صاحب بریلوی نے دیوبند سے ایک استفتاء بھیجا تھا۔ وہاں ایک جلسے میں کسی مقرر نے حضور ﷺ کے علم غیب کی نفی کے ثبوت میں یہ بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل نے خواب میں دیکھا رسول اللہ ﷺ کو۔ امام احمد نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری کتنی عمر باقی ہے۔ آپ نے پانچ انگشت اٹھائیں۔ پھر وہ ابن سیرین کے پاس آئے۔ انہوں نے فرمایا خمس لا یعلمہا الا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ عالم الغیب نہیں تھے۔

امام احمد رضا جواب میں فرماتے ہیں۔

"علمائے دیوبند کی جہالت تماشا کر دی۔ امام احمد بن حنبل نے خواب دیکھا اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی۔ سبحان اللہ! عجب گھڑے تو کیا گھڑے۔ امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے تریپن برس بعد امام احمد کی ولادت ہوئی ہے۔ ابن سیرین کی وفات نہم شوال ۱۱۰ھ ایک سو دس کو ہے اور امام احمد کی ولادت ربیع الاول ۱۶۴ھ ایک سو

پر نسخہ میں .... مگر یہ کہئے کہ امام احمد نے جب کہ اپنے جد امجد کی پشت میں نکلے تھے یہ خواب دیکھا اور امام ابن سیرین نے بانی اور عام سے بھی مخفی تعبیر بانی اصحاب کو جاہ اور تعبیر بیان کی۔ یوں آپ کے ظہور پر رسول اللہ ﷺ کی غیب دانی ظاہر ہوئی تو ابن سیرین کا علم غیب ہوا" ۔ ۴

قدیم نثر کی ایک قسم مقفی بھی ہے۔ اس کو لکھنے کے لیے نسبتاً زیادہ علم اور مشق کی ضرورت ہوتی تھی۔ نثر عاری کا رواج ہوا تو نثر مقفی کا لکھنا تقریباً بند ہو گیا۔ لوگوں کو عادت بھی نہیں رہی اور اب تو نثر مقفی کتابوں کی چیز بن کر رہ گئی ہے۔ امام احمد رضا نے جدید نثر کو فروغ دیا اور عاری نثر کو اپنایا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نثر مقفی لکھنے پر قادر نہیں تھے۔ بالکل قادر تھے، مگر اس کے لیے جتنا وقت چاہیے تھا وہ ان کے پاس نہ تھا۔ تفہیم و اشاعت کیسی ہوتی مقفی نثر کے چند نمونے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

(۱) "مگر یہ لذت کو وہ صواب سے بیگانہ، نقاہت سے دور کرانہ محض بے ہودہ کور اندیشی ہے۔" ۵۔

(۲) "تدلیس تقلیل مجمل کی طرح ناقابل قبول، نہ ایسا قبل التفات کے قابل، نہ اس پر ثمرہ سے کوئی دلیل اور قول بے دلیل مردود ذلیل۔" ۶۔

(۳) "نہیں معلوم کیسی کتاب، کس کی کتاب، اس کی کیا عبارت، کیا مطلب، وقائل نے کیا سمجھا کیا مراد، خود وقائل کو بھی بہ ہیبت اشتباہ کہ طرز بیان سے تحریری حد مستفاد۔" ۷۔

(۴) "الحمد للہ آفتاب کا مطلب، حق و صواب بے نقاب و حجاب، شک و ارتیاب جلوہ فرمانے سے عنقا ہوا۔ اب کیا حاجت کہ تنقیحات زائدہ و تفریعات بے فائدہ کے رد و ابطال میں تضیع وقت کیجئے۔" ۸۔

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ امام احمد رضا نے ہزاروں صفحات تحریر فرمائے ہیں تو بات کو جگہ جگہ طول دیا ہوگا۔ یہ خیال سراسر غلط ہے۔ یہ تو ان کی عادت تھی کہ مسئلے کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑتے تھے لیکن بات کو اختصار کے ساتھ ختم کرنے کا پہلے خیال رکھتے تھے۔ مثالیں بہت ہیں۔ ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ایک استفتاء آیا تھا کہ زید کی ران میں پھوڑا یا کوئی اور بیماری ہے۔ ڈاکٹر کہتا ہے پانی یہاں نقصان کرے گا مگر صرف اسی جگہ پر مضر ہے اور بدن پر ڈال سکتا ہے۔ اس حالت میں وضو و غسل کے لیے تیمم درست ہے یا نہیں؟

مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرنے اور عبارت کے مطابق حوالے شامل کرنے سے جواب بہت طویل ہو گیا ہے۔ انجمن جس مسئلہ کا جواب اس قدر ہے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں غسل یا وضو کسی کے لئے تیمم جائز نہیں۔ وضو کے لئے تو جائز ہو کہ ظاہر کہ ران کو وضو سے کوئی علاقہ نہیں اور غسل کے لئے یوں ہو کہ اگر وہاں پر پانی ڈال سکتا ہے، لہٰذا وضو تو بلا شبہ تمام و کمال کرے اور غسل کی حاجت ہو تو مضرت اگر صرف ٹھنڈا پانی کرتا ہے گرم کرکے نہالے اگر گرم پانی پر قدرت ہے تو نہلا پورا غسل کرے۔ اسی جگہ کو اگر گرم پانی سے دھوئے باقی بدن اگر چاہے سرد پانی سے چاہے اور اگر ہر طرح کا پانی مضر ہے یا اگر مضر تو نہ ہو مگر اسے اس پر قدرت نہیں تو ضرر کی جگہ چھوڑ کر باقی بدن دھوئے اور اس موضع پر مسح کرے اور اگر وہاں مسح بھی نقصان دے مگر وہ اس پانی کے حائل سے پانی کی ایک دھار بہانی مضرت ہو گی تو وہاں اس حائل پر ہی بہائے باقی بدن جو مضر دھوئے اور اگر حائل پر بھی پانی بہانا مضر ہو تو وہاں پانی پر مسح ہی کرے۔ اگر اس سے بھی مضرت ہو تو اتنی جگہ خالی چھوڑ دے۔ جب وہ ضرر دفع ہو تو جتنی بات پر قدرت ملتی جائے بجا لاتا جائے۔"

عام مفتیوں کی طرح یہ دو تین جملوں میں ہر کام چلا دینے کی کوشش نہیں کی بلکہ مسئلے کو واضح کر دیا۔ اس کے ہر پہلو کو روشن کر دیا اور بے وجہ کی طوالت بھی نہیں ہوئی۔ جواب میں ایک لفظ کو بھی زائد نہیں کہا جا سکتا۔ آگے چل کر مسئلے کے مزید اختلافی پہلوؤں کو بھی روشن کر دیا ہے اور حوالوں سے اپنی بات کو مضبوط کیا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں تقریباً ہر جگہ یہ خوبی نمایاں ہے۔

وضاحت سے متعلق ایک مثال اور پیش کرنا چاہتا ہوں۔ گنگوہی صاحب نے دیوار مسجد سے تیمم کرنے کو مکروہ لکھا تھا۔ شاید وہ یہ سمجھے تھے کہ تیمم کرنے سے دیوار مسجد میں تصرف ہو جائے گا۔ امام احمد رضا نے اس خیال کا وضاحت کے ساتھ جائزہ لیا اور فرمایا:

"تیمم میں کچھ تصرف نہ اپنے چہرہ و دست پر ہے۔ دیوار سے صرف چھونے ہاتھ لگانے کا تعلق ہوگا۔ یہ دیوار میں کوئی تصرف نہ کہلائے گا ورنہ مکروہ نہیں بلکہ حرام ہوتا اور نہ صرف دیوار مسجد بلکہ دیوار ہر وقف بلکہ دیوار ہر بیگانہ بلکہ ہر چیز بیگانہ کہ بے اذن مالک ہر دیوار مملوک سے تیمم کرنا بلکہ اس پر ہاتھ لگانا انگلی سے چھونا دیوار مسجد سے پیٹھ لگانا

سب حرام ہو جاتا اور اس کا قائل نہ ہوگا، مگر حضرت جاہل۔ ہاتھ لگانے سے دیر لگا کہ کچھ حرج نہیں ہوتا چونکہ دونوں میں تحلیل وتحریم کا فرق ہے۔ اور بھی مسجد کے چراغ سے کہ مسجد کے لیے روشن ہے اجازت پڑھنا یا کتاب دیکھنا یا سبق پڑھنا پڑھانا جائز نہیں ہوتا ہے۔" ۲۹؎

مختصر الفاظ میں شے کے ہر ہر پہلو کو ملیا میٹ کردینا ان کے منصب میں کامیابی کی عمدہ مثال ہے اور یہ تحریر کی اہم خوبی بھی ہے۔

امام احمد رضا نے اپنے فتاوے میں کثرت کے ساتھ منقولات کو جگہ دی ہے۔ ساتھ ہی معقولات کا بھی خوب سہارا لیا ہے اور حالت یہ ہے کہ مخالف کو گنجائش دم زدن نہیں رہتی۔ بعض دوسروں پر ان کے لیے بعض حضرات بعض کلمات کی سند لیتے ہیں۔ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مسلمان کو شایان ہے کہ اپنے محبوب سے دل کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے، فرمائے۔ دوسرا کہے تو اس کی زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے۔ تم اہل الاخلاق بلا تشبیہ یوں خیال کرو کہ زید نے اپنے بیٹے عمرو کو اس کی کسی لغزش یا اصول پر متنبہ کرنے ادب دینے حرام و حرام و احتیاط سمجھانے کے لیے مثلاً بیہودہ، نالائق، احمق وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا۔ باپ کو اس کا استحقاق تھا اب کیا عمرو کا بیٹا بکر یا غلام خالد انہیں الفاظ کو سند بنا کر اپنے باپ اور آقا عمرو کو یہ الفاظ کہہ سکتا ہے، حاشا اگر کہے گا سخت گستاخ و مردود و سزاوار سخت عذاب و تعزیر ہوگا۔ جب یہاں یہ حالت ہے تو اللہ عزوجل کی ریس کرکے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایسے الفاظ کا کہنے والا کیونکر سخت شدید و مدید عذاب جہنم و غضب الٰہی کا مستحق نہ ہوگا، والعیاذ باللہ تعالیٰ" ۳۰؎

ایک دوسری خوبی جو امام صاحب کے فتاوے میں پائی جاتی ہے وہ قطعیت ہے۔ وہ کہیں بھی احتمال یقین ہو کر فتویٰ نہیں دیتے۔ یہ بات کسی بھی فتوے میں دیکھی جا سکتی ہے۔ چونکہ مثالیں نقل کرتا آیا ہوں اس لیے یہاں بھی ایک چھوٹی سی عبارت نقل کر رہا ہوں۔

"ستر کھلنے یا دیکھنے سے وضو جاتا رہنا کہ عوام کی زبان زد ہے محض بے اصل ہے۔ علماء نے ستر عورت کو آداب وضو سے گنا، اگر کشف سے وضو جاتا تو فرائض وضو سے ہوتا۔" ۳۱؎

لیکن یہ بھی ہے کہ وہ بات نہیں کہتے جس کی دلیل نہ دے سکیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے ایک سوال کا جواب اس طرح لکھا تھا

محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا، بدعت و شرک سے روکتا تھا، مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی۔" ۱۳

"سنا ہے" کے بعد چار اطلاعات غیر مصدقہ ہیں۔ سنی سنائی بات پر فتویٰ دینا گنگوہی صاحب کو مبارک ہو۔ اس کے برعکس امام احمد رضا کے جواب کی سچائی اور احتیاط ملاحظہ فرمایئے۔

"مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ زید کہتا ہے، وضو کے پانی کے قطرے کپڑے یا کسی چیز پر گریں گے تو وہ ناپاک ہو جائے گا اور اگر جماعت ختم ہونے پر ہے اس صورت میں دوڑا ہاتھ پاؤں پونچھے شریک جماعت ہو گیا تو جو قطرے اس کی داڑھی وغیرہ سے گریں گے اس سے رحمت کے فرشتے پیدا ہوں گے۔ حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ ان قطروں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، مگر مسجد میں ان کا گرانا جائز نہیں، بدن اچھا پونچھ کر کہ قطرے نہ گریں، مسجد میں داخل ہو اور ان قطروں سے رحمت کے فرشتے بننا مجھے معلوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔" ۱۴

امام احمد رضا نے نثر میں ہزاروں صفحات لکھے۔ بڑی بڑی تحقیقات کیں اور ایسے کارنامے انجام دیے کہ ابو حنیفہ ثانی کا مرتبہ پایا۔ جبکہ شاعری میں ہے۔ مشکل سے چالیس صفحات کا سرمایہ چھوڑا ہو گا۔ اس کے باوجود ہمارے محقق اور نقاد حضرات ان کی شاعری پر ہی داد تحقیق دے رہے ہیں۔ پی ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں اب اردو میں بھی انگریزی میں بھی کام ہو رہا ہے۔ ان کی دینی خدمات اور فقاہت پر بھی کام ہو رہا ہے، لیکن ان کی نثر پر لکھنے کی کوئی خاص زحمت نہیں کی گئی۔ سب جو بھی ہو وہ ناچیز ہے۔

حقیر فقیر صدیقی سنبھلی اول تو اتنا علم نہیں رکھتا کہ امام صاحب کی نثر کے ساتھ انصاف کر سکے۔ دوم اس کی عمر اب ایسے کاموں کے لئے وقت نہیں رہ گئی۔ سوم گرتی ہوئی صحت بھی کچھ نہیں کرنے دیتی۔ چہارم کتابوں کی کمی بھی مسئلہ ہے۔ مانگے تانگے کی چند کتابوں سے یہ مضمون لکھ دیا تاکہ صاحب استعداد اور ذی علم قلم کار اس طرف متوجہ ہوں۔ امید ہے کہ یہ میری ادنیٰ کاوش پسند خاطر ہو گی اور اہل قلم اس موضوع پر خوب خامہ فرسائی فرمائیں گے۔

حواشی و حوالہ جات

(۱) ماہنامہ "قاری" دہلی، امام احمد رضا نمبر اپریل ۱۹۸۹ء جلد ۵ شمارہ ۱۲ صفحہ ۳۰۸

(۲) فتاویٰ رضویہ مترجم، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی، رمضان ۱۹۹۴ء جلد اول صفحہ ۳۲۰ ص ۳۲۱

(۳) العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد اول، ناشر رضوی کتاب گھر بھیونڈی ۱۴۰۵ھ صفحہ ۳۲۹

(۴) مجلہ "پیام رضا" ممبئی جشن صد سالہ ۱۹۹۸ء صفحہ ۳۸

(۵) فتاویٰ رضویہ مترجم جلد سوم ناشر رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۹۶ء صفحہ ۳۸۷

(۶) ایضاً صفحہ ۳۸۷

(۷) ایضاً صفحہ ۳۰۷

(۸) فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ہشتم ناشر رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۱۹۹

(۹) فتاویٰ رضویہ مترجم جلد اول، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۳۶۱

(۱۰) فتاویٰ رضویہ مترجم جلد سوم ناشر رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۳۰۷

(۱۱) فتاویٰ رضویہ مترجم جلد اول، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۸۲۳، ۸۲۴

(۱۲) فتاویٰ رضویہ مترجم جلد اول، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی صفحہ ۳۵۲

(۱۳) فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب مطبوعہ جدید، ناشر گلشن کتاب گھر دیوبند ۱۹۸۷ء صفحہ ۲۸۰

(۱۴) العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد دوم ناشر کتب خانہ سمنانی میرٹھ صفحہ ۱۲

امام احمد رضا غیر مسلموں کی نظر میں

از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی

ولادت : ۱۰ر شوال ۱۲۷۲ھ / ۱۴ر جون ۱۸۵۶ء

وصال : ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ر اکتوبر ۱۹۲۱ء

اعلیٰ حضرت جیسی شخصیت صدیوں میں جنم لیتی ہے اور اپنے زمانے اور آگے، قرنوں کو قرنوں کی اصل کی اور تعمیر کی کو کات کر رکھ دیتی ہے۔

امام احمد رضا ادب "تحریک انسانی" ہیں۔ آج مشرق و مغرب میں امام احمد رضا کے نام اور کام کی دھوم ہے۔ اعلیٰ حضرت کی حیات سے لے کر اب تک حرمین شریفین اور دوسرے اسلامی شہروں اور دنیا کے مختلف ملکوں کے علماء، مشائخ، فنکاروں، دانشوروں، پروفیسروں، شاعروں، صحافیوں، حکومت کے عہدہ داروں، سیاست دانوں اور مشاہیر زمانہ نے ان کی شخصیت، علم و فضل اور کارناموں کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے جس میں اپنے بھی ہیں اور بیگانے بھی یعنی ان کے مخالفین بھی ہیں اور کچھ غیر مسلمین بھی۔

۱۔ مدیر ہفت روزہ "مجلس" پٹنہ

"مجھے رام چندر کی قسم کہ گزشتہ دنوں مدرسہ دیوبند میں گیا، وہاں سے دیوبندی حضرات کے مخالف فریق کے رہنما مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری پر حدائق بخشش نامی کتاب دیکھی تو حیران و ششدر رہ گیا کہ یہ دیوبندی حضرات مولانا امام احمد رضا خاں کو کافر کہتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں مگر اس کے دل میں مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کا ایک ایک شعر علم و ادب کا مرقع ہے اور جب "عشق کی ایک جھلک بھی ہے کہ شے طلب اگر اپنا ثبوت ہے تو سکھیں تو جائے"۔

(ہفت روزہ "مجلس" پٹنہ صفحہ ۷ شمارہ ۷ ۱۰ر نومبر ۱۹۷۸ء)

۲۔ رام بابو سکسینہ، مورخ

"مولوی احمد رضا خاں کے نعتیہ دیوان کی بھی... جو بدیع لہجے میں لکھے گئے تھے اسی وقت لکھے

اور ایک جنگ جو شاعت بدعات و رسوم کی کی گئی جس کے اچھے اس تحفہ میں ہو رہے تھے۔"

(تاریخ ادب اردو، حصہ نثر صفحہ ۲۹)

۳۔ کالی داس گپتا رضا ممبئی۔ ناقد و محقق

"بے شک حسن رضا بریلوی مرحوم نہایت اچھے شاعر تھے تاہم حیرت ہے کہ اس عظیم تذکرے میں ان کے بڑے بھائی عالم اہل سنت اور نعت گوئی میں ان کے استاد جناب احمد رضا خاں کے تذکرے نے جگہ نہ پائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شاید اس پاکیزہ مسلک کی بھی ہے جس کے زیر اثر مولانا نے اپنی شاعری کو قطعاً نعتوں اور سلاموں ہی تک محدود رکھا اور باقاعدہ شاعری سے احتراز کیا۔ اس طرح عوام نے انہیں ایک شاعر کی حیثیت سے جانا ہی نہیں۔ تاہم نعتیں اور سلام ہی سہی ذرا سے غور و فکر کے بعد ان کے اشعار ایک ایسے شاعر کا پیکر دل و دماغ پر مسلط کر دیتے ہیں جو محض ایک متشاعر کی حیثیت سے بھی اگر میدان میں اترتا تو کسی استاد وقت سے پیچھے نہ ہوتا۔ نہیں معلوم کہ انہوں نے کسی سے باقاعدہ اصلاح لی تھی کہ نہیں تاہم ان کے کلام سے ان کے کامل صاحب فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں۔" (سو و مرغ صفحہ ۱۹۰)

(ب) "اسلامی دنیا میں ان کے مقام بلند سے قطع نظر ان کی شاعری بھی اس درجہ کی ہے کہ انہیں ہماری چودھویں صدی کے اساتذہ میں بلند مقام دیا جائے۔" (سو و مرغ صفحہ ۱۸۸)

۴۔ مالک رام۔ محقق

"جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ بریلی مولانا احمد رضا خاں مرحوم کا وطن ہے وہ بڑے سخت گیر قسم کے قدیم خیال عالم تھے۔"

(نذر عرشی، مطبوعہ دہلی ـ ۱۳)

۵۔ مسٹر تر سعید اوف۔ سابق وزیر اعظم

مسٹر تر سعید اوف ۱۹۹۵ء میں دہلی آئے۔ مرکز ہاؤس دہلی میں اعلیٰ حضرت کانفرنس میں انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی مطبوعہ اور قلمی کتب و رسائل کا معائنہ کیا اور دسیوں علماء و سکالروں کی موجودگی میں امام احمد رضا کے بارے میں کہا:-

"اعلیٰ حضرت صاحب مسلمان صوفی سنت (عظیم صوفی ولی) تھے اور بہت بڑے عالم دین ہونے

کے علاوہ سائنس اور دوسرے گیان وگیان (علم و سائنس) کے بھی مانے ہوئے اسکالر تھے۔ وہ بھارت کی شان ہیں۔

۹۔ <u>مسز انکا شرما</u>

(۳۱ دسمبر ۱۹۹۵ء کو ہندوستان کی منسٹری آف انفارمیشن اینڈ براڈ کاسٹنگ (وزارت اطلاعات و نشریات) نے "اعلیٰ حضرت یادگاری ڈاک ٹکٹ" جاری کیا، رسم اجراء کا اہتمام دہلی میں ہوا، پوسٹ اور ٹیلی گراف کے محکمہ نے ایک دو ورقہ بھی شائع کیا جس میں مسز انکا شرما نے امام احمد رضا قدس سرہ کو اس طرح سراہا۔

"مولانا احمد رضا خاں ایک انسائیکلوپیڈیائی شخصیت تھے جن کے علم کا دائرہ حیرت انگیز طور سے وسیع تھا جس کے تحت قدیم و جدید علوم کی کئی اکائیاں شامل تھیں۔ قرآن کریم کے مشہور ترجمے کے علاوہ حدیث، فقہ، تصوف اور دیگر اسلامی علوم کے سبھی پہلوؤں، ہیئت، ریاضی، منطق، شاعری، لسانیات اور کیمیا وغیرہ کا بھی مطالعہ کیا تھا۔

وہ ایک شاعر تھے جنہوں نے اپنے خاص طرز سے نعت کہا جاتا ہے، کے حسن و کمال کو اپنے وطن کی توصیف کیلئے وقف کر دیا تھا اس جذبے سے ان کی شاعری کو عام کر دیا۔"

(ہندی انگریزی سے ترجمہ)

۱۰۔ <u>مسز ارونا۔ صدر شعبہ تاریخ روہیلکھنڈ یونیورسٹی بریلی</u>

مسز ارونا ۱۹۹۰ء اور ۱۹۹۵ء کے درمیان پانچ ماہ کے لئے عارضی طور سے روہیلکھنڈ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بنا دیئے گئے تھے جس وقت راقم کو پی ایچ ڈی کا وائیوا ہوا اور راقم ڈاکٹر لکھنے کا مجاز ہو گیا تو مسز ارونا نے راقم کے نگراں پروفیسر وسیم بریلوی اور محترم ڈاکٹر اختر ... مرحوم صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج ... کی موجودگی میں راقم کو اعلیٰ حضرت کی شاعری پر پی ایچ ڈی کرنے پر مبارکباد دی اور کہا:۔

"یہ ہماری یونیورسٹی کے لئے بڑے گورو (فخر) کی بات ہے کہ یہاں سے اسلامک ورلڈ کے سب سے بڑے عالم اور اپنی اسلامی صدی کے ریفارمر (مجدد) اعلیٰ حضرت صاحب پر پہلی پی ایچ ڈی کا آپ کو شرف حاصل ہوا وہ بہت بڑے شاعر تو تھے ہی "بہت بڑے فلاسفر" سائنس کے ماہر اور

سے متاثر تھیں (ریاضی داں) بھی تھے۔"

۸۔ مسٹر مرلی دھر تیواری۔ سابق وائس چانسلر روہیلکھنڈ یونیورسٹی بریلی

آپ ۱۹۹۰ء میں خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی میں منعقدہ "نوری سیمینار کانفرنس" میں شریک ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمہ پر گفتگو کرتے ہوئے امام احمد رضا کی طرف بات کا رخ موڑا اور ان کے بارے میں اس طرح تذکرہ کیا:۔

"بریلی میں اعلیٰحضرت جیسی شخصیت نے جنم لے کر پوری دنیا میں بریلی کو مشہور کر دیا۔ حال ہی میں، میں جرمنی سے لوٹا ہوں۔ وہاں کے مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ میں بریلی سے آیا ہوں تو انہوں نے مجھ سے اعلیٰحضرت کے بارے میں پوچھا اور ان کے بریلی کے حوالے سے میری بڑی عزت کی اور بہت محبت سے پیش آئے۔ اعلیٰحضرت صاحب اسلامی دنیا کی بھی شان ہیں اور بھارت کی بھی شان ہیں۔ چونکہ میں سائنس کا آدمی ہوں اور جب میں نے اعلیٰحضرت کے سائنسی نظریوں اور اصولوں کو دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا کہ ایک مولوی کے پاس سب علم کہاں سے آ گئے۔ میں اسے اعلیٰحضرت صاحب کی کرامت ہی سمجھتا ہوں۔"

گواہان: (۱) شاہد حسین میاں صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی۔
(۲) ڈاکٹر علاء الدین خاں شعبہ طبعی سائنس بریلی کالج بریلی۔
(۳) ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی پروفیسر شعبہ اردو بی آر امبیڈکر بہار یونیورسٹی مظفر پور۔

۹۔ ڈاکٹر زل۔ دہلی

"ہندوستانی مسلمانوں کا اسلامی حیات پر کے مسلمانوں کے بیچ فخر اور عزت کا سبب ہے اس لیے مولانا احمد رضا خاں نے بڑے زور سے اپنی کتابیں لکھیں۔ ساری دنیا کے مسلم قانون کے ماہرین آج بھی مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی لکھی قانون کی کتابوں کا لوہا مانتے ہیں۔ عالموں کی عظمت اور ایک صوفی سنت کی پاکیزگی کے ساتھ مغربی تہذیب کو چیلنج دینے کی قابلیت کی وجہ سے مولانا احمد رضا خاں اپنے وقت کے اور معاصر عظیم شخصیات سے کہیں آگے نکل جاتے ہیں۔

صاحب تصنیف صد علوم و فنون — تجھ کو ہم سب کے ہے شاہ سلام

(ہندی سے اردو ترجمہ اعلیٰحضرت، حضور مفتی اعظم ہند بریلی ... صفحہ ۱۸)

۱۰۔ ڈاکٹر جان بلجان، لیڈن یونیورسٹی، لیڈن (ہالینڈ)

ڈاکٹر جے ایم ایس بلجان (شعبہ علوم اسلامیہ، لیڈن یونیورسٹی) کو ۱۹۸۹ء کے بعد ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ نے امام احمد رضا قدس سرہ کی طرف متوجہ کیا۔

جب ڈاکٹر بلجان نے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا تو بہت متاثر ہوئے اور اس طرح تاثرات پیش کئے۔

"احمد رضا خاں اپنے فتووں میں دلائل و شواہد پیش کرتے وقت جس وسعت مطالعہ کا اظہار فرماتے ہیں، میں اس سے بہت ہی متاثر ہوا ہوں۔"

(مکتوب بنام ڈاکٹر محمد مسعود احمد مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۸۹ء)

ڈاکٹر صاحب موصوف کو ایک دوسرے خط میں ڈاکٹر بلجان لکھتے ہیں:-

"فتاویٰ پر احمد رضا خاں کی وسعت علم سے میں بہت ہی متاثر ہوا ہوں۔ بالعموم ان کے خیالات بہت متوازن ہوتے ہیں اور ایک اجنبی قاری کیلئے بھی معقول ہوتے ہیں۔"

(مکتوب بنام ڈاکٹر محمد مسعود احمد مورخہ ۱۱ جون ۱۹۹۰ء)

ڈاکٹر بلجان نے ۲۰ ویں صدی کے مجموعہ ہائے فتاویٰ کی روشنی میں ایک تحقیقی مقالہ لکھا تھا جس کا عنوان ہے۔ "بر صغیر کے مسلمانوں کی عائلی زندگی میں عورت کا مقام۔"

اس مقالے میں ڈاکٹر بلجان نے امام احمد رضا کے "فتاویٰ رضویہ" کے کافی حوالے دیے ہیں۔ انہوں نے اپنے دیگر مقالات میں بھی امام احمد رضا کے فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ افریقہ اور دوسری تصانیف کے حوالے دیے ہیں۔

(امام احمد رضا اور عالمی جامعات از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۷۵)

۱۱۔ ڈاکٹر باربرا ڈیلی مٹکاف، کیلیفورنیا یونیورسٹی، برکلے (امریکہ)

ڈاکٹر باربرا ڈیلی مٹکاف کیلیفورنیا یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ سے متعلق ہیں ۱۹۸۲ء میں انہوں نے ہندوستانی علماء اور مذہبی قیادت کے متعلق سے انگریزی میں ایک کتاب بعنوان "ہندوستان میں مذہبی قیادت" (Religious Leadership in India) لکھی تھی۔

زیر نظر کتاب کے ایک باب میں مصنفہ نے امام احمد رضا کا ذکر کیا ہے البتہ بقول ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، انہوں نے بعض مقامات پر تحقیقی غلطیاں بھی کی ہیں۔ اس کتاب میں بارہ ا

نے امام احمد رضا اور سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی ملاقات اور سر ضیاء الدین کے ریاضی کے ایک مشکل مسئلہ کو امام احمد رضا کے ذریعہ حل کئے گئے حل پر سر ضیاء الدین کا متحیر ہو کر تسلیم کرنا اور ریاضی میں امام احمد رضا کی مہارت کا بھی ذکر ہے۔

ایک مقام پر لکھتی ہیں:۔

"وہ خلوت کو پسند کیا کرتے تھے اور جب وہ باہر آتے تھے تو لوگ ان کا ہاتھ لگانے کیلئے لپکتے تھے۔ کوئی ان کا ہاتھ چومنا چاہتا تھا کوئی اور ...... احمد رضا نے ایک مربی سرپرست کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کیا۔ ان کا کردار اہل دیوبند کے کردار سے مختلف ہے۔"

(انگریزی سے ترجمہ۔ حوالہ امام احمد رضا اور عالمی جامعات از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صفحہ ۲۹)

۱۳۔ <u>ڈاکٹر مسز اوشا سانیال "کولمبیا یونیورسٹی۔ نیویارک (امریکہ)</u>

ڈاکٹر اوشا سانیال بھارتی ہندو خاتون ہیں جو امریکی شہری ہیں ۱۹۹۰ء میں مندرجہ ذیل عنوان کے تحت کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) سے تحقیق شروع کی۔ "A History of the Barelvi علماء-Movement in British India 1900 A.D- 1947A.D" ۔ برطانوی ہندوستان (۱۹۰۰ء تا ۱۹۴۷ء) میں بریلوی تحریک کی تاریخ۔"

۱۹۹۰ء میں اوشا سانیال کی تحقیق مکمل ہوئی اور انہیں کولمبیا یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی۔ (حوالہ امام احمد رضا اور عالمی جامعات۔ صفحہ ۵۰ از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

ڈاکٹر اوشا سانیال کا پی ایچ ڈی کا مقالہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس دہلی (بھارت) نے مندرجہ ذیل عنوان سے شائع کردیا ہے:۔

"Devotional Islam & Politics ___ Ahmad Raza Khan Barelwi & his علماء Movement, 1870 - 1920" "عقیدتی اسلام اور سیاست" ۔ احمد رضا خاں بریلوی اور (۱۸۷۰ء تا ۱۹۲۰ء) ان کی تحریک۔"

زیر نظر مقالہ نو ابواب پر مشتمل ہے۔

ظاہر ہے اوشا سانیال اگر حضرت امام احمد رضا سے متاثر نہ ہوتیں تو ان پر پی ایچ ڈی کیوں کرتیں؟ بہرکیف امام احمد رضا کو انہوں نے کیا سمجھا اس کیلئے تو پورا مقالہ جو ۳۶۵ صفحات پر مشتمل ہے پڑھنا ہوگا۔ زیر نظر مقالے سے صرف ایک جگہ سے امام احمد رضا کی بابت ان کا نقطہ خیال پیش کیا جارہا ہے:۔

"احمد رضا کی نعتیں ان کے محبت نبوی کے زیر سایہ شخصیت مذہبی کے پہلوؤں کی عکاسی کرتی ہیں"
(انگریزی سے ترجمہ اوشا سانیال کی پی ایچ ڈی مقالہ صفحہ ۱۳)

۱۳۔ ڈاکٹر ڈبلیو ڈی فرال، ڈرہم یونیورسٹی (برطانیہ)

کلام احمد رضا خاں اور ان کا مسلم ریلیجس مکتب فکر ایک ایسا موضوع ہے جس سے مجھے دلچسپی رہی ہے حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس مقام کی زیارت کی ہے جہاں احمد رضا خاں مدفون ہیں جو آج بھی اس مکتب فکر کا ایک مرکز ہے۔ احمد رضا خاں کی مذہبی شاعری پر تحقیق کو مرکوز کیا جائے
(پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالمی جامعات صفحہ ۶۵)

ماخذ و مراجع

۱۔ ہفت روزہ [illegible] پٹنہ۔
۲۔ رام بابو سکسینہ: تاریخ ادب اردو مطبوعہ لکھنؤ۔
۳۔ کالی داس گپتا رضا: [illegible] مطبوعہ دہلی۔
۴۔ [illegible]: [illegible] مطبوعہ کانپور۔
۵۔ ڈاکٹر [illegible]: اعلیٰحضرت و حضور مفتی اعظم ہند [illegible] (ہندی) مطبوعہ دہلی۔
۶۔ [illegible]: [illegible] (انگریزی) مطبوعہ [illegible] یونیورسٹی [illegible] (امریکہ)
۷۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالمی جامعات مطبوعہ کراچی۔
۸۔ ڈاکٹر اوشا سانیال پی ایچ ڈی مقالہ "Devotional Islam & Politics ___ Ahmad Raza Khan Barelvi & his Movement, 1870 - 1920"

منجانب: بارگاہ رضا کے ایک نیاز مند

الغرض مولوی حاکم علی دین کے حوالوں 'شیعہ ایوں' سیاست دانوں 'ماہرین فلکیات' کے حلقوں میں ایسی پذیرائی کے جائیں گے۔ وہ عالم باعمل اور صوفی باصفا تھے۔ ماہر ریاضی دان، صاحب بصیرت سیاست دان اور صاحب نسبت تھے۔ انہوں نے ملت اسلامیہ کی بے مثال خدمات انجام دیں۔ وہ اسلام کے ایک عظیم فرزند تھے جو زمانے کے ساتھ نہیں بلکہ زمانے کو اپنے ساتھ چلانے کا گُر جانتے تھے۔ خوب کہا ہے۔ ؏
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر

ردِ بد مذہباں میں

"مجددِ اعظم و مجدد الف ثانی کا قدرِ اشتراک"

از قلم: ایس ایم محمد افروز القادری

ملک رہتا ہے مگر خوار و حقیر ہو

اعدا سے کبھی تیغ [illegible] نہ [illegible]

ہر دور میں اس محفلِ ہستی کی آغوش میں کچھ خاص ایسی خدا پرست ذات کی حرز میں لے کر آتے رہے ہیں قوم و ملت کی [illegible] حال و مال زندگی کو انسداد (ABOLITION) کا جامہ پہنانے والے بھی بد مذہبیوں کے ناپاک عزائم پر ضرب کاری لگاتے رہے ہیں۔ تو کبھی صراطِ مستقیم [illegible] کے ہو گئے۔ شیخ محمدی کو فروغ اور سراج ملت کی لو کو فروزاں کرنے میں جہاں انقلاب آفرینی کے لیے بہت اہم رول ادا کیا ہے تو دین و ایمان کو تحسین کا لبادہ اوڑھانے اور [illegible] ادا کرنے میں حضرات علمائے کرام کا کردار بھی [illegible] جب جب ظلمت و ضلالت، منافقت و شرور، حق و باطل، علم و جہالت اور عدل و [illegible] ہونے لگے ہیں، جب دنیا میں کفر و طغیان، الحاد و بے دینی اور شرک و بدعت کی تیرہ و تار آندھیاں چھا جاتی ہیں۔ اور شرارِ بولہبی چراغِ مصطفوی سے ستیزہ کار ہونے لگتا ہے تو ان کے درمیان [illegible] کھینچتے اور دین متین کے فروغ و تحفظ اور استقلال و استقامت کی قوت سے [illegible] دونوں کو ضرب [illegible] کا مصداق [illegible] فرماتا ہے۔ [illegible] کے پیچھے الحاد و بدعت کا [illegible] قوم مسلم کو [illegible] اور ملت و مذہب کو [illegible] میں [illegible] کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ویسے تو دینِ مصطفوی کی احیاء کی خدمات بہت ساری [illegible] شخصیات نے انجام دی ہیں۔ لیکن مجدد اعظم امام احمد رضا اور مجدد الف ثانی کا [illegible] ہے۔ ان دونوں ہستیوں نے [illegible] کی بیخ کنی کر کے پرچم اسلام کو بہت بلند [illegible] کر دیا ہے۔ ان کی [illegible] دشمنوں [illegible] عام ہو گئی [illegible] دین [illegible] ہو گیا۔ [illegible] آپ پر یہ بات [illegible] کہ مجدد اپنے وقت میں [illegible] ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔

حضور رسالت مآب ﷺ کی اتباع میں عزم و استقلال اور عزیمت و استقامت کا پیکر ان کے دین کی تجدید کرتا ہے۔ ہر صدی میں ایک اولو العزم مجدد جلوہ افروز ہوتا ہے جو دین میں نئی روح پھونکنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنے اصلی رنگ میں پیش کرتا ہے۔

مجدد اعظم امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی ولادت باسعادت ظہر کے وقت بروز شنبہ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء محلہ جسولی بریلی (انڈیا) میں ہوئی۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار ہے۔ آپ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں نے آپ کا نام احمد رضا تجویز فرمایا۔ ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے نکلتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (۱۲۷۲ھ)

رشد و ہدایت کا یہ نیر تاباں ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ کے دن ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے روپوش ہو گیا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ شوال المکرم ۹۷۱ھ جمعۃ المبارک کی اس نورانی شب میں پیدا ہوئے جب رات اپنے ورد و وظائف میں مشغول ہونے میں مصروف تھی۔ (حضرت مجدد ... صفحہ ۱۲ ادارہ اسلامیات لاہور)

حضرت کا نام بھی شیخ احمد رکھا گیا۔ آپ کا سلسلہ نسب ستائیس واسطوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

وفات سے ایک روز قبل اپنے اہل خانہ اور خدام سے فرمایا کہ آج کی رات میری آخری رات ہے چنانچہ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء بروز دوشنبہ (ظہر کے بعد) ۶۳ برس کی عمر میں یہ دنیا کی عالم کمال آپ کے وجود مسعود سے خالی ہو گئی۔ (سیرت مجدد الف ثانی صفحہ ۲۰۶ مطبوعہ کراچی)

حضرت محمد باقی باللہ کے خلیفہ شیخ میر حسام الدین نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو منبر پر تشریف فرما دیکھا کہ آپ حضرت شیخ احمد سرہندی کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہو کر فرماتے ہیں کہ میں اپنی امت میں اس شخص کے وجود پر نازاں ہوں کیونکہ اللہ رب العزت نے تجدید دین اس کے ہاتھوں سونپ دی ہے۔ (الحدائق الوردیہ فی حقائق اجلاء النقشبندیہ صفحہ ۱۷۹)

آپ کا سن وصال اس آیت مبارکہ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (۱۰۳۴) سے اور امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کا سن ولادت بھی ایک آیت " وَیُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ

فتاویٰ رضویہ (۲۰/۳۳۰) سے اخذ ہوتا ہے۔

<u>قدر اشتراک</u>:- "سجدۂ تعظیمی"

خداوند قدوس کے سوا کوئی بھی سجدۂ تعظیمی و سجدۂ عبادت کے لائق نہیں۔ سجدہ چونکہ علامت توکل ہے اس لئے یہ بندہ صرف اپنے رب ہی کی بارگاہ میں پیش کر سکتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کی پیدائش اکبر کے عہد حکومت میں ہوئی۔ اکبر جیسا کہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ اکبر اعظم کا پیدا ہو شاہی اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ آداب شاہی میں سجدۂ تعظیمی فرض قرار دیا گیا اور اس کا نام زمین بوسی رکھا گیا۔ بقول ملا عبدالقادر بدایونی: اس بدعت کا موجد ایک صوفی شیخ تاج الدین تھا جس نے اکبر کیلئے سجدۂ تعظیمی روا رکھا۔ اور اسے زمین بوسی کے نام سے مشہور کیا اور آداب شاہی کو فرض عین کا درجہ دیا۔ وہ لوگ اکبر کے چہرے کو کعبۂ مرادات اور قبلۂ حاجات کہا کرتے تھے اور بہت سی ضعیف روایات اور ہندوستان کے بعض مشائخ کے مریدوں کے عمل کو بطور حجت پیش کرتے تھے۔

(سیرت مجدد الف ثانی صفحہ ۱۱)

مجدد الف ثانی:- جہانگیر نے بھی سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد اس رسم کو بحال رکھا یہاں تک کہ مجدد الف ثانی کو دربار میں بلا کر اپنے سامنے سجدۂ تعظیمی کا مطالبہ کیا۔ اس پر امام ربانی کے فاروقی خون نے جوش مارا فرماتے ہیں کہ جہانگیر یہ ایک گناہ ہے کہ انسان کسی انسان کو سجدہ کرے۔ مسلمانوں کیلئے بارگاہ ایزدی کے سوا کسی کے سامنے سجدہ ریزی ممنوع ہے۔ میرا سر بارگاہ صمدیت کے علاوہ کسی غیر کے آگے نہیں جھک سکتا۔ (سلف مجدد صفحہ ۱، مطبوعہ استنبول)

آپ شیخ نظام تھانیسری علیہ الرحمہ کو لکھتے ہیں۔ "یہ معتبر آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کو ان کے مرید ہیں سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی اکتفاء نہیں کرتے۔ اس فعل کی قباحت آفتاب نیمروز کی طرح روشن و عیاں نہیں ہے؟ ضرور ہے۔ آپ انہیں سختی کے ساتھ منع کریں۔ اور تاکید کریں کہ اس قسم کے شرک آمیز فعل سے اجتناب کو اپنے لئے لازم سمجھیں۔ خاص طور سے وہ حضرات جو قوم کے پیشوا اور مقتدی ہوں۔ (مکتوبات خیر صفحہ ۹۰)

علامہ اقبال اس حضرت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
وہ جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار

مجدد اعظم :- اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی اس مسئلہ کے اندر اپنا محققانہ تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "مسلمان اے مسلمان، اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان۔ جان اور یقین سے جان کہ سجدہ حضرت عزت جل جلالہ کے سوا کسی کیلئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً کفر مبین و شرک مہین اور سجدہ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین۔ اس کے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین۔ ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول۔ اور عند التحقیق وہ کفر صوری پر محمول ہاں مثل صنم و صلیب اور شمس و قمر کیلئے سجدے پر مطلقاً اکفار۔"

(الزبدۃ الزکیہ تحریم سجود التحیہ۔ صفحہ ۱۲۳)

مگر ہمیں اہل سنت و اہل سنت کو ہی پرست کہہ کر بدنام کرتے ہیں حالانکہ اہل سنت و الجماعت کے اکابر و اعاظم علماء نے کبھی بھی غیر اللہ کیلئے سجدے کو روا نہ رکھا اس سلسلے میں مجدد اعظم و الف ثانی کے عقیدے کو واضح کر دیا گیا۔ یہ عقیدہ حقہ میں سے حجت ہے اور متاخرین کیلئے حرز جان۔ ان اکابر دین کے فرامین کے مقابلے میں کسی صوفی خام، یا فاسق شریعت اور عالم سوء کی بات ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں۔

"معراج مصطفےٰ ﷺ"

معراج حضور سرور کونین ﷺ کا عظیم الشان معجزہ ہے۔ جس کو ہر صاحب عشق و عرفان نے بلا کسی تامل و چون و چرا اور اسراف و عدم کے تسلیم کر لیا۔ مگر ہر دور میں عقل پرست نے اس کا انکار کیا۔ کسی نے سرے سے ہی معراج کا انکار کیا اور کسی نے کہا کہ حالت خواب میں معراج ہوئی اور روحانی طور پر ہوئی جسمانی طور پر آپ شرف معراج سے محروم ہیں۔ جبکہ اہل حق نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے یہی عقیدہ اپنایا کہ حضور سیاح لامکاں ﷺ کو عالم بیداری میں روحانی و جسمانی معراج نصیب ہوئی۔ (المواہب اللدنیہ صفحہ ۳۰۳، ج ۳، لبنان)

اکابر اعظم اور اس کے دیوبندی علماء نے حضور کی عظمت و سطوت کو کم دلیل کرنے کیلئے جہاں دیگر فضائل و کمالات کو پردہ خمول میں ڈالا وہیں واقعہ معراج کے بھی انکاری ہو گئے۔

([illegible] صفحہ ۳۵۲)

مجدد الف ثانی :- ایسے سنگین حالات میں امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے سنت کا احیاء و تجدید کی کو ایک عظیم مشن بنایا۔ بعد نہایت ہی تیز ہی اور واضح لفظوں میں ان کے شعور و عروج قلمی ہولی کر جواب کو یوں کا طور کیا۔ "حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام طلب دید لے کے لن ترانی کا حکم پا کر (جواب

پاس جاکر بے ہوش ہو گئے۔ اور اس ہیبت سے تپ کی۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو رب العالمین کے محبوب اور تمام موجودات اولین و آخرین میں بہترین ہیں جو اس کے کہ جسمانی معراج کی نعمت سے مشرف ہوئے، بغیر ہوش و حواس کے گذر کر حد و زمان و مکان سے بھی آگے تشریف لے گئے۔

(دفتر اول حصہ پنجم صفحہ ۶۰ مکتوب ۲۸۳)

یوں ہی امام احمد رضا کے دور میں بھی بہت سے ناواقف یا کم عقل لوگوں نے ابوالاعظم کے مرتبہ و رسالت مآب کے اوج پر جسمانی طور پر جانے کو اپنے لئے ناقابلِ فہم تصور کیا اور حقیقت معراج رسول اکرم کو خلافِ عقل و قیاس سمجھا کہ اتنی قلیل مدت میں ان تمام مقامات کی سیر، فرشتے زیارت بھلا کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔ یہ بات تو عقل انسانی سے بعید و ماورا معلوم ہوتی ہے۔ یہ سب محض جہالت والی علمی اور خرافات ہیں۔

پیر ابوالاعظم — اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان کو بھلا کیسے برداشت کر سکتے تھے اور ان کو کوئی حالات میں کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ اس مقام پر شعری لہجے میں آپ کی قلم حق رقم کی گل پاشیاں دیکھنے کے قابل ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

پیر ابوالاعظم نے منکرینِ معراج کے متعلق پورے مدلل و تفصیل سے رد کیا اور بد عقیدوں کے خیالات کے پرخچے اڑانے میں کسی قسم کی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آخر میں اعلیٰ حضرت اپنے محبوب کے عشق میں سرگرداں ہو کر فرماتے ہیں۔

کماں امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

محل لیٰ کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل، وہ اور اُدھر میں رنگ ہے۔ نیا عالم ہے۔ پیار لگ ہے۔ قرب میں ابھی بعید ہی قریب ہے۔ عقل و شعور کو خود شعور نہیں، وحدت و بیچون خود گم کردہ ہوش ہے، ہوش و ادراک کو خود اپنے ہوش کے لالے پڑے ہیں، وہم و گمان وہ ہیں کہ کہاں ابھی یہ تھی، تو کر کہاں خود کے سے

سراغِ این و متیٰ کہاں تھا نشانِ کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

(پیغام اسلام صفحہ ۱۹۳)

"امکانِ کذبِ باری"

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر مومن و مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام صفاتِ کمالیہ سے متصف اور تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ اس عقیدے کی رو سے ایک عام انسان بھی یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی ایسے فعل و عمل کا صدور ممکن نہیں جو انسانی معاشرے کے ہر دور میں قبیح و مذموم تصور کیا گیا ہو۔

اس مختصر سی گفتگو کے بعد آپ ماضی قریب کا جائزہ لیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ایک نوزائیدہ گروہ کے عقائد کی فہرست میں یہ عقیدہ بھی شہرت حاصل کر چکا ہے کہ "خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے" مرتبل گرامی (مولوی اسماعیل دہلوی) کے ہم فکر و ہم عقائد مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی یہ ہوشربا ادا دیکھئے کہ وہ کہاں تک پہنچ گئے۔ "امکانِ کذبِ باری کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدما کے مابین اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں۔ اس پر طعن کرنا سخت بے علمی کرنا ہے۔ اور اس پر تعجب بھی لاعلمی اور امکانِ کذب خلف وعید کی فرع ہے۔" (براہین قاطعہ صفحہ ۳ مطبوعہ دیوبند)

واضح رہے کہ مذکورہ عقیدہ جس کی طرف سے باری تعالیٰ بھی محفوظ نہ رہ سکا العیاذ باللہ۔

مجدد الف ثانی: — حق تعالیٰ از جمیع نقائص و سمات حدوث منزہ و مبرا است۔ کہ اللہ جل و علا تمام نقائص اور علامات حدوث سے پاک صاف اور بری ہے۔ (مکتوبات الف ثانی نمبر ۲۶۶ صفحہ ۱۰۰)

موصوف کی اس عبارت سے اس مسئلہ کی عقدہ کشائی ہو گی کہ باری تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ سب سے بڑا عیب ہے لہٰذا اس قسم کے ایمان سوز اور کفریہ عقائد کو آنکھ موند کے تسلیم کر لینا سراسر جہالت و گمراہی ہے۔ خدا نے جب آپ کو بھی عقل سلیم عطا فرمایا ہے تو عقل کے گھوڑے کیوں نہیں دوڑاتے۔

مجدد اعظم کا نقطۂ نظر: — امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے کذب باری کی تردید میں پوری ایک کتاب ہی لکھ ڈالی ہے۔ "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" جو کہ چند صفحوں کی نہیں بلکہ تین سو صفحات سے کم نہیں۔ یہاں اس کا تھوڑا سا حصہ پیش ہے۔ فرماتے ہیں: اہل اسلام: قدرت الٰہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوتی ہے کہ معاذ اللہ صفت نقص و عیب۔ اور اگر محالات پر قدرت مانے تو اس میں انقلاب آجائے۔ وہ یوں کہ جب کسی محال پر قدرت محال اور محال محال سب ایک سے۔ تمہارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہے اس کا عجز تصور سمجھے تو واجب ہے کہ سب محالات زیر قدرت ہوں اور جس

جملہ کمالات سب قدرت ہی سے ہیں۔ تو لازم کہ اللہ اپنی قدرت کھو دے اور اپنے آپ کو عاجز محض
سا بنا لینے پر بھی قادر ہو، جب اپنا عموم قدرت ملاکہ اصل قدرت ہاتھ سے گئی۔

(سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح صفحہ ۸ تا ۹)

امام احمد رضا قدس سرہ اپنی مذکورہ تصنیف کے آخر میں التماس بہ ہدایت اساس کے زیر عنوان
رقم طراز ہیں۔ اے میرے پیارے بھائی اہل اسلام کے ہمراہ اگرچہ نفس امارہ و بیرون حید اور شیطان
لعین اس کا کتنی ہی جدید انکار کا اقرار آدمی کو ناگوار کرے، مگر واللہ اذا قیل له اتق الله اخذته العزة بالاثم کی
آفت سخت شدید۔ الیس منکم رجل رشید، تھوڑا انصاف کو کام فرماؤ۔ عقل کا کیا اس خالق سے
فرماؤ۔ ذرا دیکھو تو کس کس پر امکان کی تہمت رکھتے ہو۔ کس پاک بے عیب میں آنے کا احتمال کرتے ہو۔
الحمد للہ، ارے وہ عطا ہے بہت خوبیوں والا، ہر نقصان و عیب سے پاک۔ ذرا اللہ واقعہ گریبان میں منہ
ڈالو۔ جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو زبان سنبھالو، اے بے انصافو! تمہیں کوئی جھوٹا کہے
تو آپے میں نہ رہو اور ننگ و جدال و طعن و قدح کا مجموعہ ہو جاؤ، مگر خالق کو یہ کون دیانت ہے، کیا انصاف
ہے اس پر قہر اصرار یہ بالکل خلاف ہے۔" اس کے بعد مجدد اعظم کا یہ درد انگیز تیور بھی ملاحظہ کیجئے۔

اے طائفہ طائفہ، اے قوم مفتوں! مانو تو ایک سہل تدبیر تمہیں بتاؤں، میرا رسالہ تنہائی میں
بغور دیکھو۔ ان دونوں دلائل قاہرہ و اعتراضات باہرہ کو صد بار سنو اور ایک بنا کر دل میں جانتے چلو کہ
دلائل باصواب اور اعتراض لاجواب۔ مگر بات کی تم، تو کیا بعد اس کے تاحیات باطل کر ساں پر
تو حق پرست نہ ہو۔ بیادت حق ہونی نہ تعصب میں یہ مستی، روز قیامت تو آنے آگئی، حساب قریب ہوگا،
خدا کے حضور سوال و جواب تو نہ ہوگا۔ اے رب میرے ہدایت فرما اور ان عقل آنکھوں کو پھیر کے تو شرما۔

(امام احمد رضا بریلوی مصنفہ سبحان السبوح صفحہ ۱۱۵)

یہ عقیدوں نے ٹیک دیئے گھٹنے
احمد والی حضرت کے آگے

☆—☆—☆—☆

قارئین تصحیح فرمالیں۔ گزشتہ شمارہ میں ڈاکٹر عبدالعلیم عزیزی کے مقالہ میں علمیات کی جگہ
غلطی سے عملیات چھپ گیا تھا۔ ادارہ معذرت خواہ ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ اور پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمہ

از قلم: سید صابر حسین شاہ بخاری۔ برہان شریف۔ پاکستان

حرم کی ضیاء سے اندھیرے مٹائے
وہ شمس فراست وہ مہتاب حکمت
مسلسل کیا کام دین نبی ﷺ کا
یہ ان کا شرف ہے یہ ان کی سعادت (طارق سلطانپوری)

سرزمین ہندو پاک پر دور میں مختلف تحریکوں کی کارفرمائی رہی ہے۔ یہ تحریکیں پورے جوش و جذبے سے اٹھتی ہیں اور پھر دم توڑ دیتی ہیں، جبکہ ایک مرد حق آگاہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے "تحریک تجدید عشق رسول ﷺ" کا آغاز ایسے والہانہ انداز میں فرمایا کہ یہ زندہ و تابندہ ہے اور آپ "عاشق رسول ﷺ کے میر کارواں" کے طور پر سامنے آئے اور "محو مصطفیٰ ﷺ" کہلائے۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ ﷺ
تیرے لئے امان ہے، تیرے لئے امان ہے

کشتۂ عشق مصطفیٰ ﷺ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنی ساری زندگی ناموس مصطفیٰ ﷺ کی پاسداری کرتے ہوئے گزاری اور "تحریک تجدید عشق رسول ﷺ" کا حق ادا کر دیا۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن کرنے والوں میں آپ کا نام نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ یہی وہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے جس پر دنیائے اہل سنت جتنا فخر کرے کم ہے۔ آج ہر محراب و منبر بھی آپ کے لکھے گئے درود و سلام کی صداؤں سے گونج رہے ہیں۔ "محبت رضا" کروڑوں اصحاب شوق کے دلوں میں جاگزیں ہو چکی ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے رفقاء، خلفاء، تلامذہ اور آپ کے معتقد سب ہی روشنی کے مینار ہیں۔ ہر ایک نے "تحریک تجدید عشق رسول ﷺ" میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ دنیا کے کونے کونے میں پیغام عشق مصطفیٰ ﷺ پہنچایا۔ ملت اسلامیہ کو سرکار ابد قرار شاہ ابرار ﷺ کا چاہنے والا

پر حضرت مولانا خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید ضیاء الامت حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ بھی اسی "رنگ" اور رسم حوالے کے راہی تھے آپ نے دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق محبت، عشق رسول ﷺ کے جذبوں کو تازہ اور حلاوت بخشا اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی طرح ساری زندگی فروغ عشق مصطفی ﷺ میں صرف کر دی۔

اعلیٰ حضرت بریلوی سے اظہار محبت و یکجہتی

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ سے ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ کو جو عقیدت و محبت تھی وہ اظہر من الشمس ہے۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف (سرگودھا) کے "مقاصد تاسیس" کے مندرجہ ذیل نکات قابل توجہ ہیں:

۲۔ یہ دارالعلوم فقہی مسلک میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مقلد ہوگا۔ جملہ سلاسل تصوف کا تہ دل سے معتقد ہوگا۔ نظریاتی اعتبار سے ملت کے سواد اعظم اہلسنت و جماعت کا ہمنوا ہوگا جس کی ترجمانی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔

۵۔ دارالعلوم کی انتظامیہ اور عملہ کے ہر فرد کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ اہلسنت و جماعت کی مندرجہ بالا تعریف کے مطابق نظریات کا حامل ہوگا۔

۶۔ اس ادارہ کا سربراہ اور ناظم اعلیٰ ہمیشہ وہ صحیح العقیدہ سنی عالم ہوگا جسے دربار عالیہ امیر السالکین حضرت پیر امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

۲ جون ۱۹۶۸ء (۵ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ) کو مجلس صدائے اسلام لاہور کے زیر اہتمام برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں "یوم رضا" نہایت جوش و خروش سے منایا گیا۔ اس موقع پر ضیاء الامت حضرت مولانا پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے نہایت ہی عالمانہ اور تحقیقی مقالہ پیش کیا۔ آپ کا یہ مقالہ جمال و کمال کا ایک مرقع ہے آپ نے اس میں "اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ اور ان کے عہد کا مذہبی و سیاسی جائزہ" پیش فرمایا ہے۔ آغاز میں شخصیت اور عہد کا تقابلی مطالعے کی اہمیت اس طرح واضح کرتے ہیں:

"انسان کی سیرت و کردار کی تشکیل میں اس کے عصری حالات جو فیصلہ کن اثر ڈالتے ہیں وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ اپنے عصر کے تقاضوں سے منفعل اور متاثر ہوتے ہیں اور بعض لوگ خود ان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی کی

زندگی کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کے زمانے کے احوال سے صرفِ نظر ممکن نہیں۔
اس لئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ ستودہ صفات کو سمجھنے کیلئے آپ کے عہد کے مزاج کو سمجھنا اور ان تاریخی عوامل کا جائزہ لینا لازمی امر ہے جو اس وقت کارفرما تھے۔"

اس کے بعد مقالے میں مولانا محمد مقبول (مرحوم) نے قومی انحطاط، فرنگی سامراج کے تسلط، علمائے حق کے آخری معرکہ مستقلہ (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء) اور اس کی ناکامی کے ساتھ انگریز کے انتقامی رویئے سے پیدا ہونے والی صورتحال کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس عہد کے علماء میں دین کے محاذ پر جو شخص پوری استقامت کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور کھڑا رہا اسی کو اہلسنت، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مقالے میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی علمی اور ملی خدمات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مقالے کے آخر میں نہایت ہی عمدہ الفاظ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ کی زندگی کے یہ چند سال جن کا گوشہ گوشہ علم و عمل کے نور سے معمور ہے جن کا لمحہ لمحہ ذکرِ خدا اور یادِ مصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء سے معمور ہے جو دو ہزار تالیفات کی تصنیف سے مشرف ہے جو چند سو عقیدت اور ارشاد کی محفلوں سے گونج رہا ہے جو ہمیشہ لذتِ نعت کی پہنائیوں کو شرمسار کرتا گیا اور وہ سراپا عشقِ مصطفیٰ ﷺ بن کر رہ گیا۔ یہی آپ کا ایمان تھا کہ حبِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم جانِ ایمان اور روحِ دین ہے۔ اسی کے پرچار میں آپ نے اپنی ساری عمر صرف کر دی۔ اسی کیلئے اپنی ساری صلاحیتیں اور توانائیاں وقف کر دیں۔" ۲؎

علاوہ ازیں دیگر مختلف مقالات پر بھی "یومِ رضا" کے مواقع پر آپ نے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی علمی، سیاسی اور اعتقادی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی تقریبات بالخصوص جشنِ عید میلاد النبی ﷺ، جشنِ معراج النبی ﷺ، گیارہویں شریف، محفلِ حسن قرأت کے موقع پر کلامِ رضا نہایت کثرت سے پڑھا جاتا ہے اور اختتام پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا شہرۂ آفاق سلام "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" جھوم جھوم کر پڑھا جاتا ہے۔ جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد نہایت اہتمام سے سلامِ رضا پڑھا جاتا ہے۔ ضیاء الامت

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ خود بھی اپنی تحاریر میں موقع کی مناسبت سے کلام رضا پڑھتے اور کبھی وجد میں آجاتے تھے۔ ۳؎

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے خلاف جب کسی حاسد نے الزام تراشی کی تو ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے اس کا تعاقب کیا۔ اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً ۱۹۷۶ء میں ضیاء القاسمی نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو "انگریز کا ایجنٹ" کہہ دیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بروقت یوں گرفت کی:

"قاسمی صاحب دور انگریز کا ایجنٹ امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خان قدس سرہ ہے "جس کی فراست ایمانی نے ہندو مسلم اتحاد کی مضرتوں کا سب سے پہلے اندازہ لگایا جس نے اسلام کی پرواہ کئے بغیر گاندھی اور اس کے حواریوں کے بچھائے ہوئے دام ہمرنگ زمین کو قبل از وقت تاڑ لیا اور بھولے بھالے مسلمانوں کو للکارا۔

اے غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہندو دوستی کے ساحری کے دام فریب میں پھنس نہ جانا وہ تمہیں اپنی بے رحم ہندو اکثریت کے تلے دبا کر پیس ڈالے گا، تمہاری انفرادیت کو نیست و نابود کر دے گا تمہیں ہندو ہے گیا شودروں کی طرح ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دے گا۔ اس سے بڑھ کر اس مرد درویش کی بالغ نظری، سیاسی بصیرت اور ایمانی فراست کی اور دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ کئی سال بعد مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خان اور قائد اعظم محمد علی جناح کو گاندھی جی اور اس کے تنگ نظر، تنگ دل ساتھی ہندو لیڈروں سے قطع تعلق کرنا پڑا، وہ دو قومی نظریہ جو اعلیٰ حضرت بریلوی نے پیش کیا تھا اس کو قبول کیا، ہندو اور انگریز کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ جس کے نتیجے میں دنیائے اسلام کی سب سے بڑی مملکت معرض وجود میں آئی۔ بجائے اس کے کہ اس بالغ نظر اور فرید العصر کی عبقریت کا اعتراف کیا جاتا اور اس کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا جاتا، الٹا انہیں انگریز کا ایجنٹ کہا جاتا ہے اور کہنے والے کون صاحب ہیں؟ قاسمی صاحب۔ یا عجب! ۴؎

اسی بے جا الزام کے جواب میں ایک دوسری جگہ یوں رقمطراز فرماتے ہیں:

"اتنا وقت قلم شاید اسے مرزائیت کے دجل و فریب کے تار و پود بکھیرنے میں صرف نہیں کیا گیا جتنا وقت قلم اور روشنائی اعلیٰ حضرت کی عقیدت مند مردانہ شخصیت پر کیچڑ اچھالنے میں صرف کیا گیا اور تو اور آپ کو انگریز کا وظیفہ خوار کہنے سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ شاید ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد کی

تاریخ میں یہ سب سے بڑا بھونڈا اور سنگین بہتان ہے۔ جس مردِ درویش کے فقر و غیرت نے عمر بھر کسی رئیس یا نواب کے پاس جانا تک گوارا نہ کیا۔ جس نے اصحابِ ثروت کے سامنے اپنی ذات تو کجا اپنے دینی پروگراموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے دستِ سوال دراز نہیں کیا بلکہ صرف مدعا زبان پر لانا اپنے عقیدۂ توحید کے منافی سمجھا۔ ساری عمر اپنی خداداد بے پناہ علمی و دینی صلاحیتوں کو اپنے ربِ کریم کے محبوب کی مدح سرائی میں صرف کرتا رہا اس کی خودداری اور غیرتِ عشق کی ترجمانی کیلئے اس کا یہ ایک شعر ہی کافی ہے۔

کروں مدح اہلِ دُوَل رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

یہ نعرۂ حق آپ نے اس وقت لگایا جب آپ کو اپنے دینی ادارہ کیلئے سرمایہ کی شدید ضرورت تھی۔ کسی دوست نے مشورہ دیا کہ "نانپارہ" ریاست کا نواب آپ کا بڑا عقیدت مند ہے اگر آپ چند شعر اس کی تعریف میں لکھ کر بھیج دیں اور اسے اہم دینی خدمت کی طرف متوجہ کریں تو وہ اپنی ریاست کے خزانوں کا منہ آپ کیلئے کھول دے گا اس سے نہ صرف یہ کہ آپ کے دینی ادارہ کیلئے ایک عظیم الشان اور وسیع عمارت تعمیر ہو جائے گی بلکہ آپ کے علمی جواہر پارے جن تصنیفات زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر ملک کے گوشہ گوشہ کو منور کرنے لگیں گی۔ اس مداحِ مشفق کے اس پُر اخلاص مشورہ کو آپ خاموشی سے سنتے رہے جب دوست کی نصیحت ختم ہوگئی تو آپ کے سینہ میں ٹھاٹھیں مارنے والے بحرِ عشقِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ایک موج نے ایک شعر کی صورت میں ایک گوہرِ یکدانہ ساحل پر پھینک دیا تاکہ اس کی کرنوں کی شوخی رہبرانِ جادۂ تسلیم و رضا کے اندھیروں کو منور کرتی رہے جو سستی اناؤں کے سامنے دین کی خاطر دستِ سوال دراز کرنا تو کجا صرف مدعا زبان پر لانا بھی اپنے عقیدۂ توحید اور جذبۂ عشق کی توہین سمجھیں اور وہ مفادِ دین و ملت کے دشمنوں کے ساتھ ساز باز کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

ملتِ اسلامیہ کے دشمنوں سے ساز باز کرنے والے انگریز اور ہندو کی وفاداری کا طوق گلے میں سجانے والے اور لوگ ہیں یہ لوگ تاریخ نے ان کی کارستانیاں تاریخ کے صفحات پر ریکارڈ کر دی ہیں، جن کی سزا امت کے اہلِ دل کے دماغ چھپتے رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کو اس احسان کا، الزامات، بہتان تراشیوں، اور فحش گالیوں کی صورت میں جو صلہ دیا گیا اور اب تک مسلسل دیا جا رہا ہے اس میں تعجب کی کوئی حیرت کی بات نہیں۔ اہلِ حق کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے اور ایسا ہی تا قیامت

ہوتا رہے گا۔" ۵-

غیر مقلدین کے احسان الٰہی ظہیر نے "البریلویہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے دشنام طرازی و غلط بیانی کی حد کر دی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت پر ہر طرف سے مذمت کی گئی۔ ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے اہلسنت کے مشہور مصنف مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ سے ملاقات پر اس کتاب کے بارے میں فرمایا:

"میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا ہے کہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب البریلویہ کا ایسا جواب لکھیں کہ ان کی آنے والی نسلیں بھی یاد رکھیں۔" ۶-

مولانا عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ فرماتے ہیں:

"الحمد للہ پیر صاحب کے شاگرد رشید مولانا مشتاق احمد شاہ نے جامعہ ازہر شریف میں ایم فل کا مقالہ لکھا جس کا عنوان تھا" امام احمد رضا البریلوی و اثرہ فی الفقه الحنفی" جس کے نگران تھے ڈاکٹر عبدالفتاح محمد ابجاو، مناقشہ (انٹرویو) میں ان کے علاوہ ڈاکٹر احمد محمد المصری اور ڈاکٹر محمد سعید عامر تھے۔ ان حضرات نے امام احمد رضا بریلوی کی فقاہت کو خراج تحسین پیش کیا اور علامہ مشتاق احمد شاہ کو کامیاب قرار دیتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے ہمیں ایسے عظیم فقیہ سے متعارف کروایا جو عرصہ دراز سے علمی دنیا کی نگاہوں سے اوجھل تھے۔ علامہ مشتاق احمد شاہ نے اپنے مقالہ میں احسان الٰہی ظہیر کے اتہامات کا جائزہ لے کر ان کا ازالہ کیا ہے۔" ۷-

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے "البریلویہ" کا نہایت ہی علمی جواب "البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" لکھا جو کافی مقبول ہوا۔ بعد ازاں عربی میں بھی "من عقائد اہل السنۃ" تحریر فرمایا جس پر عربی میں ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے مبسوط مقدمہ لکھا جو قابل دید ہے۔ آپ کے لائق فرزند ارجمند صاحبزادہ محمد امین الحسنات شاہ مدظلہ نے بھی "البریلویہ" کے رد میں ایک زوردار مقالہ لکھا جو "حرم و ایران" کے تحت ضیائے حرم میں چھپا۔ یہ کافی مقبول ہوا ہے۔ ۸- مجلس اہل علم اسلامیہ پاکستان نے اسے الگ کتابی صورت میں بھی چھاپ کر مفت تقسیم کیا تھا۔

شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ کو دورۂ حدیث شریف کیلئے خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم

قبلہ پیر مرادآبادی علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ صدر الافاضل علیہ الرحمہ جو امام اہلسنت کی نگاہ فیض کے پروردہ تھے اور آپ عکس رضا، عشق اور علم و طریقت کے چراغ روشن کئے ہوئے تھے۔ ان کی نگاہ جب قبلہ ضیاء الامت پر پڑی تو وہ انہیں دیکھتے ہی پہچان گئے۔ حسن ظاہر و باطن سے مرصع یہ نوجوان کل اہلسنت کو مخالف ہواؤں کے تند و تیز جھونکوں سے بچائے گا۔ صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے جو علم و فیض کے خزانے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے حاصل کئے تھے انہیں ایک ماہر تعلیم کی حیثیت سے حضور ضیاء الامت علیہ الرحمہ کے سپرد فرما کر آپ کو فکر رضا سے مزین فرمایا۔ ۹

صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے ایک خصوصی محفل میں یوں بھی اطمینان فرمایا:

میں آج مطمئن ہوں کہ میرے پاس جو امانت تھی وہ میں نے موزوں فرد تک پہنچا دی ہے۔ ۱۰

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد اہلسنت کی روشنی میں فروغ اسلام کیلئے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے پروگرام کو عملی جامہ پہنایا۔ ۱۹۵۷ء میں اپنے والد گرامی حضرت پیر محمد شاہ علیہ الرحمہ کے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز فرمایا۔ ایسا نصاب مرتب کیا جو دور جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ تھا۔ اس عظیم ادارہ میں تقریباً ایک ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ کئی مرکزی "دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف" کی ۵۰ شاخیں بھی اسی نصاب تعلیم کے ساتھ نوجوان نسل کو معمار قوم بنانے میں مگن ہیں۔ بیرون ملک بھی دارالعلوم کے ذیلی ادارے ایمان و حکمت کا نور بکھیر رہے ہیں۔ جون ۱۹۹۸ء تک مرکزی دارالعلوم سے تقریباً ۵۰۰ طلبہ اور ۴۰۰ طالبات اور ۶۰۰ کے نصاب مکمل کر کے سند فراغت حاصل کر چکے ہیں۔ جو دورہ حدیث شریف کی سند حاصل نہیں کر سکے اور درس نظامی کی تکمیل کر چکے ہیں ان کی تعداد بھی تقریباً اتنی ہی ہے۔

یہاں سے فارغ التحصیل علماء زندگی کے مختلف شعبوں میں فروغ اہلسنت کیلئے کام کر رہے ہیں۔ فوج کے اندر بطور خطیب کام کر رہے ہیں۔ ملک کے اطراف و اکناف میں خطابت کے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔ مختلف کالجوں میں بطور پروفیسر مصروف کار ہیں۔ بیرون ملک تبلیغی مشن میں مصروف ہیں۔ ان میں کئی مصنف، محقق، مدرس، مناظر اور مقرر ہیں اور ہر ایک میدان عمل میں کامیاب و کامران ہے۔ ضیاء الامت علیہ الرحمہ اور آپ کے متاثرین تلامذہ نے دینی و ملی تحریکوں بالخصوص تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں گراں قدر کارنامے سر انجام دیئے ہیں۔ ۱۱

آپ کے جانشین اور بڑے صاحبزادے پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب مدظلہ الاقدس سے ۱۹۹۸ء

کی تحریک ختم نبوت کے دور میں پورے ضلع سرگودھا کی مرکزی شخصیت تھے۔ نوجوان مسلمانوں کی جماعت الفتح کی قیادت آپ ہی فرما رہے تھے۔

مرزائیوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ بھی کیا لیکن آپ بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہے۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے مشاہیر تلامذہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اشاعتی اداروں میں آپ کا ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور اپنی مثال آپ ہے اس کے تحت علمائے اہل سنت کی بے مثال تصانیف کو نہایت آب و تاب کے ساتھ چھاپا جاتا ہے۔ مکتبۃ الاحباب، مکتبہ الکرم اور "زاویہ" بھی آپ کے تلامذہ کے اشاعتی ادارے ہیں جو اشاعتی دنیا میں بہت جلد ہی مقبول ہو گئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا یہ کہنا کہ "آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں قیمتاً و بلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔" پر بھی ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصی توجہ دی اور ماہنامہ "ضیائے حرم" کا اجراء کیا جو تیس سال سے دینی صحافت میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ اس کے مضامین نہایت علمی، تحقیقی اور نظریاتی، اعتقادی حوالے سے نہایت ہی بے مثال ہیں۔ یہ رسالہ کئی لائبریریوں اور دانشوروں کو اعزازی ارسال کیا جاتا ہے۔ اور تقسیم کے نام بھی "اعزازی" ہی آتا ہے۔

"میری پیاری شاہین" پندرہ روزہ الصدق اور روزنامہ تصور اور ضیاء الامت بلاک بھی باقاعدگی سے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے طلباء کی اخلاقی قدروں کو سنوارنے میں مصروف ہیں۔(۱۲) اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اہل سنت کو بیدار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا آپ اہل سنت کو دین کے چوروں سے خبردار کرتے رہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ لکھتے ہیں:۔

"ماحول کیا ہے؟ ایک ویران جنگل ہے جو ہی چھائی ہوئی ہے۔ رات اندھیری ہے۔ چاروں طرف چور ہی چور ہیں سامان پر نظر ہے۔ سونے والے سو رہے ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ جگا رہے ہیں، سونے والے نہیں اٹھتے، یہ سمجھاتے ہیں، لڑتے ہیں اور سو جاتے ہیں۔ وہ جگانے والا کبھی ماحول کی تاریکیوں کو دیکھتا ہے، کبھی چوروں کو کبھی بے خبر سونے والوں کو، اس کو متاع کاروان کا غم کھائے جاتا ہے، کہیں لٹ نہ جائے، پھر وہ بے چین ہو کر بیتاب ہو کر یہ شعر گنگناتا ہے اور دل پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے، سنئے سنئے وہ کیا کہہ رہا ہے:

سویا جنگل رات اندھیری ، چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو، چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
آنکھیں ملنا ، جھنجھلا پڑنا لاکھوں جمائی ، انگڑائی
نام پہ اٹھنے کے لڑتا ہے ، اٹھنا بھی کچھ گالی ہے
تم تو چاند عرب کے ہو پیارے تم تو عجم کے سورج ہو
دیکھو مجھ بے کس پر شب نے کیسی آفت ڈالی ہے

۔۱۳

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ کے دور میں بھی ماحول خراب ہو گیا۔ حتیٰ کہ اہلسنت بھی انتشار کا شکار ہو گئے اور ملت اسلامیہ کی فکری اور نظریاتی یکجہتی درہم برہم ہونے لگی۔ ان نازک ترین حالات میں آپ نے بھی اہل سنت کو خواب غفلت سے بیدار کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس پر "ضیائے حرم" کے اداریے شاہد عادل ہیں۔ ایک مقالے "عصر حاضر اور ہماری ذمہ داریاں" کے اندر آپ کے بیدار کرنے کا انداز ملاحظہ کیجئے:

میں یہ تصور کر کے لرز جاتا تھا، مجھے یہ احساس کچھ کرنے پر مجبور کرتا۔ اگر میرا بس چلتا تو ایسا صور پھونکتا کہ سارے سونے والے یکسر جاگ اٹھتے اور اگر کوئی سویا رہتا تو میں اس کے لیے سوہان روح بن جاتا۔ اگر میرے مقدور میں ہوتا تو میں ایسی دل دوز چیخ مارتا کہ پتھر دلوں میں شگاف ہو جاتے اور احساس زیاں سے سب بے چین و بے قرار ہو جاتے۔ طوفان بن کر آتا اور فتنہ و فساد کے شعلوں کو بھسم کر کے رکھ دیتا۔ نسیم سحری بن کر چلتا، خوابیدہ کلیوں کو جگاتا، دل گرفتہ ماحول کو گدگداتا اور انہیں حیات آفریں نغموں پر مجبور کر دیتا لیکن میں ایک ادنیٰ بے مقدور ایسا کر سکتا تھا۔

میں نے سوچا ملت سے اپنی محبت کا اظہار کیسے کروں۔ اپنی وفاداری کا حق کیسے ادا کروں۔ مجھے اس کے ساتھ جو عشق ہے اس عشق کی لاج کیسے رکھوں۔ میں نے خیال کیا کہ میں اکیلا کچھ نہیں کر سکتا۔ ان طلبہ جو حالات کو سنوارنے کے لئے اس

ہمارا بگڑا ماحول کو سدھارنے کے لئے مجھے چند جانباز، غیرت مند، جفاکش اور باہمت ساتھیوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ایسے جوان مرد ساتھی جو باطل کی گوشمالی کرنے کی ہمت رکھتے ہوں۔ جن کا علم سمندر کی طرح بے کنار ہو اور جن کی سیرت مہر عالمتاب کی طرح روشن اور بے داغ ہو۔ جن کی تاب آور نگاہ سے اس سارے ابلیسی نظام میں تھل پتھل مچ جائے۔ جو تن آسان نہ ہوں بلکہ جفاکش ہوں۔ بے حس نہ ہوں، بلکہ درد کے حساس ہوں، ضمیر فروش نہ ہوں، اقبال مند نہ ہوں بلکہ مست فقر و درویشی پر ملک کے دولت مندوں پر تھوکنا بھی گوارا نہ کریں۔" (۳۰)

یہ اقتباس بار بار پڑھئے اور اندازہ لگائیے کہ ادائے فرض کے احساس نے کس درجہ آپ کو حسب دل زبان پر لانے کیلئے مجبور کر دیا تھا۔ اس کے ہر ہر لفظ سے ٹپکتا ہوا درد اور خلوص کتنا نمایاں ہے یہ صرف احساس نہ تھا جس طرح پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ بلکہ آپ نے اپنے تعلیمی اداروں کے ذریعے ایک زبردست انقلاب کی راہ ہموار کر دی۔

کنز الایمان اور جمال القرآن

یوں تو قرآن کریم کے کئی تراجم ہیں لیکن اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے ترجمہ "کنز الایمان" کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اس کی اشاعت کئی لاکھوں تک پہنچ چکی ہے اسے کئی زبانوں میں بھی منتقل کر دیا گیا ہے۔ اس کے محاسن پر درجنوں مقالات منظر عام پر آ چکے ہیں۔ اس کی مقبولیت کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ عشق مصطفیٰ ﷺ میں ڈوب کر لکھا گیا ہے۔

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمہ نے بھی قرآن کریم کا ترجمہ "جمال القرآن" کے خوبصورت نام سے کیا ہے۔ یہ ترجمہ بھی سلیس، ادبی ہونے کے ساتھ عظمت الٰہی اور عظمت رسالت ﷺ کا آئینہ دار ہے۔ یہ بھی کئی مقامات پر کنز الایمان سے کافی مماثلت رکھتا ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ الفاتحہ آیت ۴

کنز الایمان: "ہم کو سیدھا راستہ چلا۔"

جمال القرآن: "چلا ہم کو سیدھے راستہ پر۔"

۲۔ ذلک الکتٰب لا ریب فیہ۔ البقرہ آیت ۲

کنز الایمان: "وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔"

جمال القرآن: "یہ ذی شان کتاب ذرا شک نہیں اس میں۔"

۳۔ ان المنفقین یخدعون اللہ و ھو خادعھم۔ النساء آیت ۱۴۲

کنزالایمان: "بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کرکے مارے گا۔"

جمال القرآن: "بے شک منافق (اپنے گمان میں) دھوکہ دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اللہ تعالیٰ سزا دینے والا ہے انہیں۔"

۴۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ آل عمران: ۵۴

کنزالایمان: "اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر تدبیر والا ہے۔"

جمال القرآن: "اور (یہودیوں) نے بھی مسیح کو قتل کرنے کی خفیہ تدبیر کی اور (مسیح کو بچانے کے لئے) اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر (اور موثر) خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔"

۵۔ الم یجدک یتیما فاوی۔ الضحیٰ، آیت ۶

کنزالایمان: "کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔"

جمال القرآن: "کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر (اپنی آغوش رحمت میں) جگہ دی۔"

۶۔ ووجدک ضالا فھدیٰ۔ الضحیٰ آیت ۷

کنزالایمان: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔"

جمال القرآن: "اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو منزل مقصود تک پہنچایا۔" (۱۵)

محبوب دو جہاں فخر کون و مکاں ﷺ کی سیرت نگاری

سرورِ کائنات فخر موجودات ﷺ کی "سیرت نگاری" عشاقِ رسول ﷺ کا محبوب کام ہے۔ جتنا کام یا تحقیق سیرت طیبہ پر ہوئی ہے شاید ہی کسی اور موضوع پر اس قدر تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدقیق ہوئی ہو۔ ہمارے اسلاف نے تو کئی کئی جلدیں صرف شمائل نبوی ﷺ ہی پر لکھ ڈالی ہیں۔ پھر ہمارے اکابرین نے بھی اس سلسلے کو منقطع نہ ہونے دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت پر کوئی کتاب نہیں لکھی جیسی ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رقم فرماتے ہیں:

"امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا قلم زندگی بھر سیرتِ نبی ﷺ پر چلتا رہا۔ انہوں نے سیرت کے ایک ایک گوشے پر مستقل رسالے تصنیف فرمائے اور وہ تحقیق فرمائی جو کتبِ سیرت میں نظر نہیں آتی۔ انہوں نے سیرت ہی کو اپنا موضوعِ قلم بنایا۔ محبوبِ خدا کی ایک ایک خوبی کو اس طرح روشن کیا کہ اس کی روشنی سے ماحول جگمگانے لگا اور ہر زبان ان کے گن گانے لگی۔ سیرت لکھنے والوں نے بہت سی کتابیں لکھیں لیکن وہ جو کچھ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے قلم میں نظر آیا اور جو زندگی ان کی تحریروں میں دیکھی گئی کہیں نہیں دیکھی گئی۔ انہوں نے نظم و نثر دونوں میں سیرت کو اجاگر کیا۔ ان کا مشہور و معروف سلام جو ذوق و شوق سے مشرق و مغرب میں پڑھا جاتا ہے۔ قصیدہ و تحقیق ہی نہیں بلکہ سیرت پر ایک کتاب ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا موضوع محمد ﷺ کی مقدس شخصیت رہی۔ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ وہ عالمِ اسلام میں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے علمبردار تھے۔ ان کی زندگی عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے عبارت تھی اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ ہی ہمارے دردوں کا مداوا اور ہمارے دکھوں کا علاج ہے اور کوئی علاج نہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی پکار بھی تھی کہ دلوں کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے آباد کرو"۔ ۱۶

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمہ کا آخری اور تاریخ ساز علمی و تحقیقی کارنامہ آپ کی تصنیف "ضیاء النبی ﷺ" ہے۔ یہ سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ سیرتِ رسولِ عربی ﷺ پر یہ زندہ جاوید کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی سطر سطر محبوبِ کائنات ﷺ کی عظمت و رفعت کی امین ہے اور حرف حرف سے عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے سوتے پھوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اربابِ علم و دانش نے بھی اس خصوصیت کو خوب سراہا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد طفیل (ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد) اپنے ایمان افروز تبصرہ میں لکھتے ہیں:

"ضیاء النبی ﷺ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ فاضل مصنف اردو میں سیرتِ طیبہ پر ایک ایسی کتاب تصنیف کرنا چاہتے ہیں جس کا خمیر عشقِ رسول ﷺ ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے والہانہ محبت اور فنا فی الرسول ﷺ سے اٹھایا گیا ہو، تاکہ قاری جب اس کتاب کا مطالعہ کرے تو اس کے قلب و ذہن پر ایک ایسی ہستی کے ان مٹ نقوش مرتسم ہوں، جو محسنِ انسانیت رحمۃ للعالمین اور رؤف و رحیم ہے۔ تاکہ اس کی پیروی اور اطاعت گزاری آسان ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فاضل مصنف نے کتبِ سیرت کے وسیع ذخیرہ سے ایسے موتی چن کر ضیاء النبی ﷺ کی لڑی میں پروئے ہیں جو ان کے متعین کردہ بلند پایہ مقصد کو اجاگر کرتے ہیں"۔ ۱۷

"ضیاء النبی" میں ضیاء الامت علیہ الرحمۃ خود کو مصنف نہیں بلکہ مرتب کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ "کتاب کی تعارفی تحریر" میں تحدیث نعمت کے طور پر خود فرماتے ہیں:

"سیرت نگاری کوئی انسانی کمال نہیں بلکہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں شرف قبولیت ہے، یہ وہ خوش بختی ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ لوگوں میں اگر کسی میں اترا کرم ہے تو فقط اسی واسطے کہ میں نے سرورِ کائنات ﷺ کی شان تحریر کرنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ جب تک سازِ حیات جاری ہے اس کے تاروں سے محبت رسول ﷺ ہی سنائی دے۔" ۱۸-

جہانِ عشق میں روشن ہے یوں ضیائے نبی (ﷺ)
کہ جیسے بامِ فلک پر ہے عکس پائے نبی (ﷺ)

(ظہور نورانی)

سرکار کی سیرت "ضیاء النبی" ہے
رسالت کے گلشن کی تازہ کلی ہے

(ڈاکٹر عامر جمیل اعجاز)

ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی پاسبانی

برصغیر پاک و ہند میں گستاخانِ رسول ﷺ کے ایک ٹولے نے جب بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں توہین آمیز الفاظ استعمال کیے تو عاشقِ صادق مصطفیٰ ﷺ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے ان کی گرفت کرتے ہوئے رسائل لکھے، انہیں خطوط بھیجے، دعوت دی، سمجھایا، لیکن ان میں سے کوئی باز نہ آیا۔ کافی مدت کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی پاسبانی کا حق ادا کرتے ہوئے ان کی تحریری عبارات کی بناء پر حکم صادر فرمایا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے دشمنوں سے کسی قسم کی رو رعایت کے قائل نہیں ہیں۔ "تمہید الایمان" میں فرماتے ہیں:

"ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کی دو باتیں ضرور ہیں۔ محمد رسول ﷺ کی تعظیم اور محمد رسول ﷺ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔ تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول ﷺ کی شان

میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ ہو جاؤ ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو ان کی صورت ان کے نام سے نفرت کھاؤ پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے دوستی الفت کا پاس کرو نہ ان کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں۔" ملخصاً ۱۹۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں سے کیا مروت کیجئے

پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے کسی دور میں مولوی کامل دین کے استفسار پر مولوی قاسم نانوتوی کی متنازعہ کتاب "تحذیر الناس" کے بارے میں ایک خط میں تعریف و توصیف کی تھی لیکن بعد میں توجہ دلانے پر آپ نے اپنے موقف کی وضاحت کر دی لیکن بعض دیوبندی حضرات اسی خط کے حوالے سے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا حامی تصور کرتے ہیں۔ انہیں پیر صاحب کے مرید مولوی ضیاء الرحمن فاروقی نے جب "انکشاف حق" نامی کتاب کے مقدمہ میں اسی خط کا حوالہ دیا تو مناظر اہل سنت مولانا محمد حسن علی قادری رضوی مدظلہ نے کتاب "جواب دیوبند" کے مقدمہ میں اسے یوں چیلنج کیا:

"ہم فاروقی صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ ضیاء الامت پیر کرم شاہ بھیروی زندہ موجود ہیں ان سے تحذیر الناس کی تائید و حمایت اور مولوی قاسم صاحب نانوتوی کی عقیدہ خوانی لکھوا کر دکھائیں اور دس ہزار روپیہ نقد انعام حاصل کریں۔ نیز پیر کرم شاہ بھیروی نے اپنے ماہنامہ رسالہ "ضیائے حرم" لاہور بابت اگست ۱۹۷۶ء ص ۹۶ پر ہماری کتاب "قہر خداوندی بر دجال دیوبندی" پر بھرپور تبصرہ شائع کیا ہے اور قہر خداوندی میں تحذیر الناس اور نانوتوی صاحب، حفظ الایمان اور تھانوی صاحب، براہین قاطعہ اور انبیٹھوی صاحب کا شدید رد شامل ہے۔ ہم فاروقی صاحب سے کہیں گے جواب دینا کیسا سے کیسی چیلنج کا آپ ابھی تک غفلت میں ہیں۔ ملاحظہ ہو ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت اکتوبر ۱۹۸۶ء اور ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ مطابق نومبر ۱۹۸۶ء ص ۳۔

مذکورہ بالا حوالہ میں پیر کرم شاہ بھیروی نے واضح طور پر غیر مبہم انداز میں صاف صاف لکھا ہے۔

"مجھے افسوس ہے کہ پہلی بار تحذیر الناس کے خطرناک نتائج کی طرف توجہ مبذول نہ ہوئی۔ تحذیر الناس کا پہلا جواب ہی مسلمانوں کو مجبور کر دیتا ہے۔ اس عبارت سے ختم نبوت کے اجماعی

مفہوم کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔ تحذیر الناس کی عبارات ختم نبوت کے بارہ میں تذبذب میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی شدید گرفت پر علمائے دیوبند کو ان کا شرعی دفاع کرنا چاہیے تھا مگر اعتقادی قلم مرزائیوں پر صرف نہیں کیا گیا بلکہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے خلاف استعمال کیا گیا۔" ملخصاً ۲۰۔

اسی طرح علامہ غلام علی قادری اشرفی اوکاڑوی مدظلہ ایک دیوبندی کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"رہا معاملہ جناب پیر کرم شاہ الازہری اور خواجہ قمر الدین صاحب سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا تو ان ہر دو حضرات نے تمہارے ذکر کردہ سابق موقف سے رجوع کر لیا ہے۔" ۲۱۔

مولانا سید بادشاہ تبسم بخاری شاہ صاحب بھی ادارہ مظہر اسلام لاہور کے روح رواں محمد سعید مظہری کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"علامہ مولانا غلام علی اوکاڑوی مدظلہ نے بھی فرمایا تھا کہ تحذیر الناس کے موضوع پر میں نے کئی دفعہ پیر صاحب کی موجودگی میں بیان کیا اور خوب رد کیا مگر پیر صاحب سر جھکائے سنتے رہے بولے کچھ نہیں۔" ملخصاً ۲۲۔

علامہ ابو داؤد محمد صادق صاحب مدظلہ (سرپرست ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ) نے محمد سعید مظہری (روح رواں ادارہ مظہر اسلام لاہور) کے ایک خط کے جواب میں فرمایا:

"جہاں تک پیر صاحب مرحوم کا تعلق ہے وہ بنیادی و مجموعی طور پر مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے معتقد تھے انہوں نے بھیرہ میں اپنے دار العلوم میں مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے متعلق پتھر بھی لگوایا ہوا ہے۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتویٰ کو درست ماننے سے انکار کر دیا۔" ملخصاً ۲۳۔

اگرچہ پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمہ پر جمالی رنگ غالب تھا، تاہم ناموس مصطفیٰ ﷺ کی پاسبانی کیلئے جلالی شان کے بھی مظاہر دیکھنے میں آئے۔ آپ کے شاگرد رشید مولانا محمد کریم سلطانی مدظلہ نے ایک دفعہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ کو یہ واقعہ سنایا:

"پیر صاحب سرگودھا کے ایک گاؤں میں گئے، کھانا کھانے کے دوران ایک شخص نے بیان کیا کہ راولپنڈی کے مولوی غلام اللہ خان کا ایک شاگرد چند روز پہلے یہاں تقریر کر گیا ہے۔ اس نے کہا کہ جب نبی اکرم ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما گئے تو آپ کا کیا اختیار باقی رہا؟ آخر میں آپ کے جسد اقدس پر مٹی

اول تو آپ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ الا نمبردار کی اس گستاخی سے زیادہ دلی تقریر بھی سنا دی۔ پیر صاحب نے ہاتھ کا اشارہ دیا، سر خوانی پر رکھ دیا اور حکم دیا کہ گاؤں کے تمام لوگوں کو جمع کرو۔ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے پورے جلال کے ساتھ خطاب کیا اور فرمایا: گاؤں والو! تمہارے اندر غیرت ایمانی ختم ہو گئی ہے۔ ایک شخص تمہارے گاؤں میں آکر سرکار دو عالم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کر رہا ہے اور تم خاموش رہے۔" (۲۴)

نذیر احمد غازی ایڈووکیٹ (معروف دانشور اور انجمن فورم کے چیئرمین) اپنی یادوں کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

"میں نے اپنی زندگی میں پیر کرم شاہ جیسا غیرت مند عاشق رسول ﷺ نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی کسی جگہ کندہ تھا کسی بدبخت نے اس نام نامی اسم گرامی کو توڑ دیا تھا۔ پیر صاحب نے رات کو ٹیلی فون کیا، السلام علیکم کے بعد فرمانے لگے: ارے غازی! میرا دل آج زخمی ہے میرے دل کے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ ایک مسجد میں نبی کریم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی "یا رسول اللہ ﷺ" لکھا ہوا تھا، اس کو ایک بدبخت نے آج توڑ دیا ہے۔ میں صرف تم سے یہ چاہتا ہوں کہ یہ مقدمہ اپنی عدالت میں آرہا ہے اس مقدمے میں تمہیں خود پیش ہونا ہے۔ بعد ازاں اپنے مدرسے کے شیخ الحدیث کے ہاتھوں کتابوں کا ایک پورا سیٹ اپنے ہاتھ سے تحائف کے طور پر بھیجا۔" ملخصاً (۲۵)

اسی طرح مارچ ۱۹۸۴ء میں شاہی مسجد میں ایک روح فرسا واقعہ پیش آیا کہ محفل قرأت میں کلام الٰہی کی تلاوت سے مخمور ہو کر ایک عاشق رسول ﷺ نے جب نعرہ رسالت بلند کیا تو جواب میں "مردہ باد" کہا گیا۔ دنیائے اسلام سوگوار ہو گئی۔ علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ نے بروقت اور شایان شان طریقے پر اسی شاہی مسجد لاہور میں "یا رسول اللہ کانفرنس" منعقد کر کے ملت اسلامیہ کے مجروح دلوں کے احساسات کی بھرپور ترجمانی کی۔ اس موقع پر ضیاء الامت علیہ الرحمہ نے بھی "ضیائے حرم" میں زوردار اداریہ لکھا جس میں آپ کی جلالت نمایاں نظر آتی ہے۔ اس کے دو اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"اسی محفل میں کسی عاشق رسول ﷺ نے نعرہ رسالت بلند کیا تو چند بدبختوں، اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے گمراہوں اور بدنصیبوں نے "مردہ باد" سے اس کا جواب دے کر جہاں اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کیا وہاں کروڑوں مسلمانان ہند اور عاشقان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے قلب و جگر کو چھلنی کر کے رکھ دیا۔

شاہی مسجد کے خطیب نے نہ صرف یہ کہ اس ناپاک حرکت پر احتجاج نہیں کیا بلکہ اس کے حواریوں نے اپنے آقا کی رسالت کا نعرہ لگانے والوں پر گدھوں کی طرح دھاوا بول دیا، ڈنڈوں، مکوں اور طمانچوں سے انہیں بے حال کر دیا اور اپنے اس شرمناک جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے ان لوگوں پر قادیانی اور مرزائی وغیرہ کا الزام لگانا شروع کر دیا۔ گویا حق و باطل کا معیار ہی بدل ڈالا گیا۔ جو یا محمد مصطفی ﷺ پر حملہ کرنے والا ہے وہ ختم نبوت کا علمبردار ہے اور جو خاتم النبیین فداہ ابی و امی ﷺ کی عزت و ناموس پر جان نثار کرنے والا ہے، وہ قادیانی ہے۔ تفو! ـ بر تو اے چرخ گرداں تفو"

اے ایمان والو! یہ وہی نعرہ ہے جس نے امت مصطفی ﷺ کے مجاہدوں کو فتح دے دی تھی اور یہی وہ نعرہ تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں لشکر اسلام کی کمان حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر قیادت مسیلمہ کذاب کے لشکر جرار سے معرکہ آرا ہوا تھا اس کا نعرہ کیا تھا۔ مجاہدین اسلام اور عاشقان ختم نبوت "یا محمداہ" کا نعرہ لگا کر جھوٹے نبی کی فوج کے کشتوں کے پشتے لگاتے رہے اور ان کے خون کے دریا بہاتے رہے اور ان کو ایسی عبرتناک شکست سے دوچار کیا جس کے باعث نبوت کے جھوٹے مدعیوں کو قیامت تک کے کمالات ماند رہے۔ کیا وہ آپ کے نزدیک موحد تھے یا مشرک؟ وہ بھی تو یہی نعرہ "یا محمداہ" لگاتے تھے اور عقائد کی طرح ختم نبوت کے اعداء پر جھپٹ رہے تھے۔ کیا اس نعرہ پر تیغ ہو کر آپ نے مرزائیوں کا ساتھ ہی دیا۔ اس طرح تم نے ان کی موافقت کی راہ کو ہموار کر کے اپنے آپ کو بے نقاب کر دیا۔" (۲۶)

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے سید محمد احسن بریلوی علیہ الرحمہ کی فرمائش پر مسائل حج پر ایک کتاب لکھی، جس میں سات فصلیں ہیں اور نام "انور البشارة فی مسائل الحج والزیارة" رکھا۔

فصل اول : آداب سفر و مقدمات حج میں۔

فصل دوم : احرام اور اس کے احکام و داخل حرم محترم و مکہ معظمہ و مسجد الحرام۔

فصل سوم : طواف و سعی منٰی و عرفات کا بیان۔

فصل چہارم : روانگی منٰی و وقوف عرفات۔

فصل پنجم : منٰی و مزدلفہ و باقی افعال حج۔

فصل ششم : جرم اور ان کے کفارے۔

فصل ہفتم : حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور اکرم ﷺ۔

اس ایمان افروز کتاب میں حج کے مسائل کا بیان مکمل ہو جانے کے بعد جہاں زیارت روضہ رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کا ذکر شروع ہوتا ہے وہاں جذبۂ عشق کا عالم دیکھنے کے قابل ہے۔ یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس سابقہ فصل میں دربار حبیب ﷺ کی زیارت کے آداب بیان کرنے جا رہے ہیں اسے وہ فصل سے تعبیر کریں بلکہ اس کو انہوں نے "وصل" سے تعبیر کیا ہے۔ فصل ہشتم کی بجائے "وصل ہشتم" کا عنوان قائم کیا ہے۔ (۲۷)

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان، فلاح و ظفر کی ہے
حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

جسٹس پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمۃ نے جب ان کی صحافت میں قدم رکھے تو ۱۹۷۰ء میں ماہنامہ "ضیائے حرم" کا اجرا کیا اور اس کا اداریہ کا نام بجائے "سر دلبراں" کے نام سے خود تحریر فرماتے رہے۔ لیکن ماہ ربیع الاول شریف ۱۴۱۰ھ (دسمبر ۱۹۸۹ء) کی مناسبت سے جب ضیائے حرم کا عظیم الشان عید میلاد النبی نمبر نکالا تو آپ کی غیرت عشق نے بھی اداریہ کا نام "سر دلبراں" کی بجائے "سرور دلبراں" کا نام دے دیا ہے۔ سطر سطر حضرت حبیب رسول کی محبت میں ڈوبی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ (۲۸)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمۃ حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"زیارت اقدس قریب بواجب ہے۔ بہت لوگ دوست بن کر طرح طرح ڈراتے ہیں۔ راہ میں خطرہ ہے، وہاں بیماری ہے، یہ ہے وہ ہے، خبردار کسی کی نہ سنو اور ہرگز محرومی کا داغ لے کر نہ پلٹو۔ جان ایک دن جانی ضرور ہے۔ اس سے کیا بہتر کہ ان کی راہ میں جائے اور تجربہ ہے کہ جو ان کا دامن تھام لیتا ہے اسے اپنے سایہ میں بآرام لے جاتے ہیں۔ کیل کا کھٹکا نہیں ہوتا۔ والحمد للہ۔

حاضری میں خالص زیارت اقدس کی نیت کرو، یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے۔

راستہ بھر درود و ذکر شریف میں ڈوب جاؤ۔ جب حرم مدینہ نظر آئے بہتر یہ ہے کہ پیادہ ہو لو، روتے، سر جھکائے، آنکھیں نیچی کئے اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ

جائے سر است اینکہ تو پا می نہی

پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا

ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

جب قبۂ انور پر نظر پڑے درود و سلام کی کثرت کرو۔ جب شہر اقدس تک پہنچو جلال و جمال محبوب ﷺ کے تصور میں غرق ہو جاؤ۔ ملخصاً (۲۹)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ دو مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ اس دوران آپ پر جو کیفیات طاری ہوئیں اور جو واقعات و اثرات ملے، یہاں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمہ بھی دیار حبیب ﷺ میں اسی قسم کے آداب چاہتے ہیں۔ آپ کے ایک عقیدت مند جب زیارت حرمین شریفین کیلئے جانے لگے تو آپ نے فرمایا:

"جب ارض طیبہ یعنی مدینہ منورہ حاضری کا شرف حاصل ہو، اپنے گراں قدر اوقات کو لایعنی مصروفیات میں ضائع کرنے کی بجائے حرم شریف میں گزاریں۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام عرض کریں۔ آپ کی خدمت میں التجائیں کریں۔ نذرانے پیش کریں اور یہ بھی یقین کریں کہ میرا آقا مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے سلام کو سن بھی رہا ہے اور جواب بھی دے رہا ہے تو اس سے بڑھ کر ایک غلام کی اور کوئی معراج نہیں ہوتی۔"

مزید فرماتے ہیں:

"حرم شریف کا دروازہ عشاء کے بعد بند ہو جاتا ہے اور تہجد کے وقت کھلتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ دروازہ جونہی کھلتا ہے لوگ ریاض الجنۃ میں جگہ حاصل کرنے کیلئے دوڑنا شروع کر دیتے ہیں جو کہ بڑی بے ادبی ہے اور اس بارگاہ کے تقدس کا تو یہ عالم ہے کہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا (۳۰)

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمہ کو کئی دفعہ زیارت حرمین شریفین میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ صاحبزادہ محمد حسن شاہ مدظلہ کے نام دیار حبیب سے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"آج سے محبوب رب العالمین ﷺ کے گھر میں حاضری نصیب ہوئی ہے آج کی نماز کے بعد

گنبد شریف میں وہاں بیٹھا ہوں جہاں سبز گنبد کی تجلیات دل کو روشن کر رہی ہوتی ہیں اور میں سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ جو لطف آتا ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ میرے آقا میرے کریم آقا ﷺ اپنے غلام کی تو یہ غلامی کی اس کوشش کو قبول فرمائیں گے۔ تم بھی اپنی زندگی کو اپنے حبیب کریم ﷺ کی غلامی کے لئے وقف کر دو۔ جو لطف اور مزہ اس میں ہے وہ ہفت اقلیم کی سلطانی میں بھی نہیں۔ مدینہ ایک پاکیزہ بستی ہے اس میں مادیت نہیں اور کوئی تکلف نہیں۔" (۳۱)

مدینے تک پہنچ جاؤ تو ہر راحت ہی راحت ہے
یہ دنیا ایک صحرا ہے، مدینہ باغ جنت ہے (حفیظ جالندھری)

حافظ محمد سلطان سیالوی (جھنگ) تحریر فرماتے ہیں:

"۱۹۹۵ء میں عید الفطر کے موقع پر حرم شریف میں زبردست رش تھا اور ساتھی بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم قبلہ پیر صاحب کے ساتھ ساڑھے تین بجے تہجد کی اذان کے وقت حرم شریف میں آکر بیٹھ گئے، ساڑھے سات بجے عید ہوئی اس کے متعلق بیان نہیں کیا جا سکتا کہ سعودیہ کی پولیس بے بس ہو گئی، لوگ گر گر کر پیاس سے رونے چلانے لگے، میں نے عرض کیا حضور! زبردست رش ہے اور لوگوں کو انتہائی تکلیف ہو رہی ہے، کسی طرف سے مواجہ شریف جانے کے لئے جگہ نہیں ہے، بہتر ہو گا کہ ہم ہوٹل ٹھہر جائیں، آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور آپ فرمانے لگے کہ میری اس عید کا کیا فائدہ کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہو کر آپ کو مبارک باد نہ دوں، میرے آقا بلا رہے ہوں اور میں یہاں کھڑا ہوں، آپ فوراً باب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حرم سے باہر تشریف لے گئے باب السلام سے دوبارہ اندر داخل ہوئے۔ آپ کے ساتھ کم و بیش ہم بیس تیس آدمی ہم سفر تھے جب مواجہ شریف کی طرف بڑھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ لوگ پیچھے ہٹ کر حضرت صاحب کے لئے راستہ بنا رہے ہیں حتیٰ کہ لاکھوں کے ہجوم میں آپ آسانی سے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ سلام پیش کرنے کے بعد عید کی مبارک باد پیش کی۔" (۳۲)

جسٹس خواجہ محمد شریف اپنا آنکھوں دیکھا حال یوں اس طرح سناتے ہیں:

"میں نے چودہ برس پہلے انہیں (پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمۃ کو) حرم نبوی ﷺ میں حالت اعتکاف دیکھا اور بارہا دیکھا تھا۔ بڑا اشتیاق ہوتا تھا کیونکہ وہ ہر وقت درود شریف کی تلاوت میں لگے ہوتے یا پھر ان کی بے تاب نگاہیں مرکز حسن و تجلیات، گنبد خضرا پر لگی رہتیں۔" (۳۳)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ روایات حد تواتر تک پہنچی ہیں کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو متعدد بار شرف زیارت سے مشرف فرمایا۔ عالم خواب اور مدینہ طیبہ حاضری کے موقع پر ظاہری آنکھوں کے ساتھ بھی۔ بعینہ حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی آپ کے حلقے کے کئی لوگ راوی ہیں کہ آپ پر بھی تاجدار مدینہ سرور قلب و سینہ ﷺ نے کئی بار کرم فرمایا اور اپنے جمال جہاں آراء سے مشرف فرمایا۔ اپنی تحریر کو سمیٹتے ہوئے میں صرف ایک واقعہ بیان کرنے پر اکتفا کر رہا ہوں۔ ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید مولانا حافظ عبد الرحمن عابد الازہری فرماتے ہیں۔

"میرے قبلہ پیر محمد کرم شاہ علیہ الرحمہ کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ جب بھی کہیں سفر پر روانہ ہوتے تو مسجد شاہ طیب بریلی میں اگر نوافل کا وقت ہوتا تو دو رکعت نفل ادا کرتے۔ مسجد میں ایک مخصوص جگہ پر اور مسجد پر جانے والی سیڑھیوں کی ایک مخصوص جگہ پر بوسہ دیتے اور پھر روانہ ہو جاتے۔ اس مسجد کے امام جناب حاجی عبد المجید صاحب نے پیر صاحب سے ان دو جگہوں پر بوسہ دینے کی وجہ پوچھی تو آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا:

"حاجی صاحب! مجھے اس مسجد میں ان دو جگہوں پر دو مرتبہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ جب بھی مسجد کی تعمیر نو کی جائے تو ان دو جگہوں کو اسی حالت میں برقرار رکھا جائے۔" (۳۴)

راقم اب اپنے موضوع کو سمیٹتا ہے لیکن آخر میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی آخری وصیت کو یہاں درج کرنا ضروری سمجھتا ہے:

"تم مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو اور دور بھاگو، دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا، یہ سب بھیڑیے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔" (۳۵)

ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس وصیت کی ان الفاظ میں تشریح فرماتے ہیں:

ہم سرور عالم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں، ہم حضور کے صحابہ کرام کے غلام ہیں، ہم اہل بیت کے غلام ہیں، یہ سب باتیں ہیں جو اہل سنت و جماعت کے ماننے والوں پر لازم ہیں، جو اللہ کی توحید پر ایمان نہیں رکھتا اس کو ہم موحد نہیں کہہ سکتے وہ ہم میں سے ہے نہیں، جو لوگ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، کچھ لوگ ہیں جو صحابہ کرام کو نہیں مانتے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اولیاء کرام کو نہیں مانتے مگر ہم اہل سنت و جماعت ہیں جن کا سب پر یقین ہے، ہم ان لوگوں کے ساتھ کس طرح خوشی سے مل سکتے ہیں جو حضور ﷺ کے ساتھ گستاخی کریں یا صحابہ کرام کے بارے میں ہم کرنے والے ہوں اور ان لوگوں سے کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔" (۳۶)

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حواشی و حوالے

(۱) جبریل "تاثرات" مجلہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ نمبر جون ۱۹۹۶ء ص ۱۰

(۲) محمد تقی: مقالات یوم رضا حصہ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۳۲۳

نوٹ: یہ صاحب کا مقالہ "کنز الایمان" مطبوعہ ۱۹۷۰ء، مقالات ضیاء الامت اور ضیائے حرم لاہور میں بھی چھپ چکا ہے۔

(۳) مولانا حافظ محمد حسین ناظم اعلیٰ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی راقم سے گفتگو ۱۱ جولائی ۱۹۹۸ء

(۴) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، پیر کرم شاہ نمبر ۱۹۹۸ء ص ۱۳

(۵) محمد کرم شاہ الازہری: تحریک پاکستان میری نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۲۵

(۶) غلام حسین چوہدری: ضیاء الاقطاب (یعنی محمد کرم شاہ الازہری) مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء ص ۲۵

(۷) غلام حسین چوہدری: ضیاء الاقطاب (یعنی محمد کرم شاہ الازہری) مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء ص ۲۵

(۸) محمد امین الحسنات شاہ صاحب سربراہ کے مصنف کی بیرون ملک ضیائے حرم لاہور اگست ۱۹۹۸ء ص ۱۵۲

(۹) روزنامہ اسلام آباد مئی ۱۹۹۸ء (پیر محمد کرم شاہ کی خدمات)

(۱۰) ماہنامہ ضیائے حرم، مئی ۱۹۹۹ء ص ۲۵ (حافظ احمد بخش: ضیاء الامت ایک انقلاب آفریں شخصیت)

(۱۱) دیکھئے جبریل "تاثرات" مجلہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ نمبر جون ۱۹۹۶ء

(۱۲) دیکھئے جبریل "تاثرات" مجلہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ نمبر جون ۱۹۹۶ء ص ۲۳

(۱۳) محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر: مطبوعہ کراچی ص ۱۳

(۱۴) حافظ احمد بخش: صحابہ کرام، مطبوعہ لاہور ص ۱۵

(١٥) [illegible]

(١) امام احمد رضا خان بریلوی، اعلیٰ حضرت: [illegible] مطبوعہ لاہور

(٢) [illegible] مطبوعہ لاہور

(١٦) [illegible] کراچی ص [illegible]

(١٧) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، نومبر ١٩٩٣ء ص ٤٣

(١٨) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، مارچ ١٩٩٣ء ص ٤٣

(١٩) امام احمد رضا خان بریلوی، اعلیٰ حضرت: [illegible] مطبوعہ لاہور ص [illegible]

(٢٠) [illegible] مطبوعہ کراچی ١٩٩٩ء ص ٣٥

(٢١) [illegible] مطبوعہ کراچی ص ٣٥٢

(٢٢) [illegible] ١٩٩٨ء

(٢٣) [illegible]

(٢٤) [illegible] مطبوعہ لاہور ١٩٩٨ء ص ٢٩

(٢٥) [illegible] ١٩٩٨ء [illegible]

(٢٦) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور [illegible] ص [illegible]

(٢٧) دیکھئے امام احمد رضا خان بریلوی، اعلیٰ حضرت: [illegible] مطبوعہ کراچی ص [illegible]

[illegible]

(٢٨) دیکھئے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور [illegible] ١٩٩٨ء [illegible]

(٢٩) امام احمد رضا خان بریلوی، اعلیٰ حضرت: [illegible] مطبوعہ کراچی ص [illegible]

(٣٠) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، مئی ١٩٩٣ء ص [illegible]

(٣١) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور [illegible] ١٩٩٨ء ص ٣٢

(٣٢) [illegible] ١٩٩٨ء ص [illegible]

(٣٣) [illegible] مطبوعہ لاہور ١٩٩٨ء ص ٥٣

(٣٤) [illegible] ١٩٩٩ء

(٣٥) [illegible] مطبوعہ لاہور ص [illegible]

(٣٦) [illegible] مطبوعہ لاہور ١٩٩٨ء ص ٣٣

بارگاہ رضا کے ایک نیاز مند

پروفیسر حاکم علی، لاہور

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ ماہر رضویات۔ کراچی

بہار آئی پھول کھلے، کھل کھل کے مرجھا گئے۔ مگر کچھ پھول ایسے بھی تھے جن کی مہک سے آج بھی دل کے کنول کھل رہے ہیں۔ خود مرجھا گئے، مہک چھوڑ گئے، زندگی دے گئے۔ لوگ سمجھے کہ وہ مر گئے مگر وہ تو زندگی لے کر ابھر رہے ہیں۔

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

پروفیسر مولوی حاکم علی گلشن اسلام کے ایسے ہی ایک مہکتے پھول تھے۔ ان کو انتقال کئے ایک زمانہ گزر گیا مگر اب وہ نئی زندگی لے کر سامنے آ رہے ہیں۔

تم سے بعید تھا کہ بھلا دو اگرچہ ہم
ایک عمر ہو گئی کہ ہوئے انجمن سے دور

پروفیسر مولوی حاکم علی تقریباً ۱۸۵۸ء میں ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے اور کمسنی ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ انہوں نے اسکول اور یونیورسٹی کے امتحانات امتیاز کے ساتھ پاس کئے۔ انگریزی، عربی، ریاضی، طبیعیات اور کیمیا ان کے خاص مضامین تھے۔ ۱۸۸۹ء میں اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ ریاضی کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا۔ پھر اسلامیہ کالج لاہور آ گئے اور ۱۸۹۰ء تا ۱۹۱۹ء کے درمیان صدر شعبہ ریاضی و طبیعیات رہے۔ اس کے بعد سات سال پرنسپل رہے۔ ۱۹۲۰ء میں کالج کی ملازمت چھوڑ دی تھی۔ مگر ۱۹۲۲ء میں پھر بلا لئے گئے اور صدر شعبہ ریاضی و سائنس ہو گئے۔ ۱۹۲۸ء تک اسی عہدے پر رہے۔ وہ صحیح معنوں میں شفیق اور دردمند استاد تھے اپنی تنخواہ کا معتدبہ حصہ طلبہ کی امداد پر صرف کر دیا کرتے تھے۔ ان کا یہ عمل آج کل کے اساتذہ کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ کالج میں رہ کر انہوں نے شریعت کی سختی سے پابندی کی چنانچہ ۱۹۰۸ء میں جب اسلامیہ کالج کے ہاسٹل کا افتتاح ہوا تو افتتاحی تقریب میں شرکت کے لئے لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی آ گئیں۔ اس خاتون نے جب

مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو مولوی حاکم علی نے مصافحہ نہیں کیا اور اپنا ہاتھ روک لیا۔ اس پر میاں صاحب دونوں بہت خفیف ہوئے مگر مولوی صاحب نے اس کی پرواہ نہ کی اور شریعت کا پاس و لحاظ رکھا۔ حالانکہ ۱۹۰۸ء کا زمانہ اس جرأت و مصلحت کا متحمل نہیں تھا۔

مولوی حاکم علی انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے ممبر بھی تھے۔ اسلامیہ کالج کی تعمیر و ترقی میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا۔ بلکہ ان کو کالج کے بانیوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ وہ پنجاب یونیورسٹی (لاہور) اور عثمانیہ یونیورسٹی (حیدرآباد دکن) کے شعبہ تالیف و ترجمہ سے منسلک رہے، کئی کتابیں لکھیں اور کامیاب ترجمے کیے۔ مترجم اور مصنف ہونے کے علاوہ وہ شاعر بھی تھے اور انگریزی، پنجابی، فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔

مولوی حاکم علی کو اہل اللہ سے خاص محبت تھی۔ وہ سید میر جان کابلی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ تقریباً ۱۹۱۸ء میں خواجہ سید علامہ محمود المعروف حضرت ایشاں (لاہور) کے دربار سے متصل ایک حجرے میں جا بیٹھے اور پھر انہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ان کا مزار اسی درگاہ میں ہے۔ کتبے پر ۱۹۳۶ء سن وفات کندہ ہے۔

مولوی حاکم علی تھے تو ریاضی داں اور سائنس داں مگر وہ بڑی سیاسی بصیرت کے مالک تھے۔ ۱۹۲۰ء میں جب تحریک ترک موالات چلی اور سیاست دانوں نے پنجاب یونیورسٹی سے اسلامیہ کالج کے الحاق کو منسوخ کرانا چاہا تو مولوی صاحب نے اس تحریک کی سخت مخالفت کی۔ انہوں نے مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، ابو الکلام آزاد، مولوی محمود حسن دیوبندی وغیرہ کی تحریروں اور تقریروں کا تعاقب کیا۔ ان کے خلاف تقریریں بھی کیں اور فتوے بھی آئے۔ تحریک ترک موالات نے مسلمانوں کو مبہوت کر دیا تھا اور وہ جان سے زیاں کر رہے تھے۔

دین و دل جاتی رہا جان بھی جاتی ہے تو جائے
ترکِ کفر میں اک تیر قضا اور سہی

مولوی حاکم علی نے دل سوزی کے ساتھ ان حالات کا جائزہ لیا۔ مسٹر گاندھی کو تنقید کا نشانہ بنایا جو ان کے نزدیک مسلمانوں کی تباہی کے ذمہ دار تھے۔ وہ ترک موالات کو مسلمانوں کے لیے جان کنی سمجھتے تھے اور اس میں شامل ہونے والوں کو خواہ وہ کوئی ہو قابل ملامت سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے رسالے تاج الرحمٰن (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء) میں بڑے درد و کرب کے ساتھ خطاب کرتے ہوئے مسلمانان ہند کو یوں للکارا:

باسے : او مسلمانو جاگو!

باسے : او مسلمانو جاگو!

جاگو : اسے جاگو!

اسے مسلمانو : جاگو!

۱۹۰۹ء میں ایک درد مند نے یہ صدا بلند کی۔ پورے اسی سال کے بعد ۱۹۸۹ء میں بیداری کی لہر آئی اور مسلمانوں کی آزادی کا سبب بنی۔

ہم تک ہو وادہ جام بھر آئے تو کیا عجب
ابھی نہیں ہے گردش چرخ کہن سے دور

انجمن حمایت اسلام کے بعض ارباب حل و عقد تحریک موالات اور بعض دوسری باتوں سے اتفاق نہ کرنے کے حامی تھے خود سیاسی فضا بھی اس تحریک کے سازگار تھی اور ایک طوفان اٹھا ہوا تھا مگر مولوی حاکم علی نے طوفان کا مقابلہ کیا اور اپنی ملازمت کی پرواہ کی نہ عزت کی پرواہ کی اور نہ زندگی کی پرواہ کی۔ وہ آتش نمرود میں بھی بے خطر کود پڑے۔ نہ جانے کتنے مرحلے اس جرم وفا کی پاداش میں اور ستمبر ۱۹۲۱ء کے اجلاس میں ان کو اسلامیہ کالج کی ملازمت سے معطل کر دیا گیا۔

کوئی بات نہ تھوڑی سی جفا اور سہی!
اس قدر ظلم پہ موقوف ہے کیا اور سہی!

سب کچھ کیا مگر بعض دوسری باتوں سے تاریخ کا اتفاق باقی رہا اور بالآخر مولوی حاکم علی ہی کامیاب رہے۔ بے عزت کرنے والوں نے ان کو بے عزت کرنے کی کوشش کی مگر عزت دینے والا جس کو عزت دیتا ہے اس کو کوئی چھین نہیں سکتا۔ رسوا کرنے والا خود رسوا ہو جاتا ہے۔ ہاں رسوائی کا زمانہ گزر گیا۔ عزت کا زمانہ آگیا ہے۔ ع

ہے اللہ اداری تری انتہا کے بعد

مولوی حاکم علی اور علامہ اقبال کے درمیان راہ و رسم دوستی؟ قرائن سے یہی اندازہ ہوتا ہے۔ دونوں ایک محلے میں رہتے۔ دونوں اسلامیہ کالج سے متعلق رہے۔ علامہ اقبال عمر میں مولوی حاکم علی کے رفیق قدیم رہے۔ دونوں انجمن حمایت اسلام کے رکن بھی رہے۔ مولوی حاکم علی عمر میں علامہ اقبال سے بڑے تھے اور ستمبر ۱۹۲۳ء کے اجلاس میں انجمن حمایت اسلام کے جنرل سیکرٹری

کی حیثیت سے علامہ اقبال نے جو رپورٹ پیش کی تھی اس میں مولوی حاکم علی کے خطوط کا ذکر ہے جو
انہوں نے امام احمد رضا کی توثیق کے ساتھ شائع کرایا تھا۔ علامہ اقبال بھی ترکِ موالات کے مخالف تھے مگر
انہوں نے محتاط روش اختیار کی اور یہ بیان دیا:-

"مسلمانوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ آج شریعت کے احکام پر نہ چلے تو ہندوستان میں
ان کی حیثیت اسلامی نقطہ نظر سے بالکل تباہ ہو جائے گی۔"

(نوادرِ اقبال 'ہجرت نمبر' اسلامیہ کالج' لاہور ۱۹۲۰ء صفحہ ۱۱)

یہ وہی بات ہے جس کا پرچار امام احمد رضا کرتے رہے اور اس خیال پر مولوی حاکم علی نے زور دیا
اور اپنے رسالے کے ذریعہ اس کی اشاعت کی۔

علامہ اقبال تحریک ترکِ موالات کے علاوہ تحریک خلافت کے بھی مخالف تھے انہوں نے واضح
اور بے باکانہ موقف اختیار کیا اور فرمایا۔

نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا — خلافت کی کرنے لگا تو گدائی!
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے — مسلماں کو ہے ننگ وہ پادشاہی

وہ خلافت کی بھیک مانگنے سے مر جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ع

مرا از شکستن چناں عار ناید
کہ از دیگراں خواستن مومیائی

امام احمد رضا خاں بریلوی سے بھی مولوی حاکم علی کے گہرے تعلقات تھے۔ دونوں میں بڑی
یگانگت اور ہم آہنگی تھی۔ امام احمد رضا اگر نہایت اولوالعزم و کامل علوم کے آئینہ دار تھے تو مولوی
حاکم علی خیال و فکر کی ہمواری کے ترجمان۔ وہ امام احمد رضا سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ اس کا اندازہ
اس مصرعے سے ہوتا ہے جو وہ اپنے رسالے کی پیشانی پر لکھا کرتے تھے۔ ع

بحمد اللہ حاکم علی حاضر و ناظری

امام احمد رضا کے ان پر گہرے اثرات تھے' دونوں کے درمیان مراسلت بھی تھی' امام احمد رضا کے
ہاں ان کا آنا جانا تھا اور یقیناً امام احمد رضا لاہور آئے ہوں گے ان سے ضرور ملاقاتیں ہوتی ہوں گی۔
مولوی حاکم علی طبعیات' فلکیات' ریاضیات اور سائنسی موضوعات پر امام احمد رضا سے تبادلۂ خیالات
کرتے تھے' امام احمد رضا کا رسالہ "نزولِ آیاتِ فرقان بسکونِ زمین و آسمان" (لاہور مطبوعہ ۱۹۱۹ء) مولوی حاکم

علی کے ایک استفتا کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ اس رسالے میں امام احمد رضا نے مولوی حاکم علی کو نصیحت فرمائی ہے کہ قرآنی اصولوں کو سائنسی اصولوں پر نہ پرکھیں بلکہ سائنسی اصولوں کو قرآنی اصولوں پر پرکھیں اور سائنس نے جہاں جہاں غلطیاں کی ہیں ان کی نشاندہی کریں خود امام احمد رضا نے کوپرنکس نیوٹن، آئن اسٹائن وغیرہ کے نظریات کا تعاقب کرتے ہوئے یہی روش اختیار کی ہے۔ راقم کے پاس سائنسی موضوعات پر امام احمد رضا کے قلمی اور نادر مقالات محفوظ ہیں۔

تحریک ترک موالات کے زمانے میں مولوی حاکم علی نے تحریک کی مخالفت میں جو فتویٰ دیا تھا امام احمد رضا سے اس کی توثیق کرائی۔ مولوی حاکم علی نے ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ (۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء) کو اپنا فتویٰ توثیق کے لئے امام احمد رضا کی خدمت میں ارسال کیا جس کے جواب میں امام احمد رضا نے "المحجۃ المؤتمنۃ" کے عنوان سے ایک رسالہ لکھا اور دوسرے ہی روز ۱۵ صفر ۱۳۳۹ھ (۲۶ اکتوبر ۱۹۲۰ء) کو بھجوا دیا۔ جلدی اس لئے کی گئی کہ مولوی حاکم علی نے لکھا تھا کہ فتویٰ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے اجلاس میں پیش کرنا ہے جس کے جنرل سیکرٹری علامہ اقبال تھے۔ امام احمد رضا کے موقف کی مختلف علماء نے حمایت کی جن میں سر فہرست راقم کے والد ماجد مفتی اعظم محمد مظہر اللہ دہلوی، والد ماجد کے عم محترم مولانا محمد عبدالحی اجمیری اور جد امجد کے خلیفہ مولانا محمد رکن الدین نقشبندی الوری نظر آتے ہیں۔

مولوی حاکم علی مشرباً نقشبندی مجددی تھے مگر ان کو امام احمد رضا سے عشق تھا حالانکہ وہ مشرباً قادری تھے۔ مولوی حاکم علی امام احمد رضا کو اس صدی کا مجدد قرار دیتے ہیں اور حق بھی یہ ہے کہ تحریک ترک موالات کے زمانے میں جب انہوں نے مسلمانوں کو بیداری کا پیغام دیتے ہوئے مسٹر گاندھی کی چالوں اور بعض مسلم علماء کی عاقبت نااندیشانہ روش سے پردہ اٹھایا تو [illegible]

[illegible]

مولوی حاکم علی کی یہ لگن، محبت، اطاعت اور جدید کے اہل طریقت کیلئے قابل تقلید نمونہ ہے۔

مولوی حاکم علی ریاضی دان اور سائنس دان ہوتے ہوئے صاحب دل تھے جس کو عرف عام میں ملنگی کہا جاتا ہے۔ ریاضی دان کا انداز فکر منطقی ہوتا ہے مگر ایک ریاضی دان جس نے آنکھوں کی تمام میں آنکھیں کھول لیں ہوں اس کا انداز اور ہی مختلف ہو جاتا ہے تو ایسے عالم کا یہ مسلک اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حق سے قریب ہونا ایک قابل توجہ حقیقت ہے۔

باقی صفحہ نمبر: 25

حضرت تاج العلماء کے برادر اکبر

از۔ محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم قدس سرہ (۱۳۰۲ھ۔۱۳۳۰ھ)

جرأت و شجاعت، حمیت و اباء، تصلب فی الدین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، تسخیر قلوب اور صفائے باطن میں سلف کی یادگار، سید العلماء حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم عرف حسن قدس سرہ کی ولادت باسعادت ۳۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۲ھ کو مارہرہ شریف میں ہوئی۔ آپ حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے اور حضرت تاج العلماء قدس سرہ کے بڑے بھائی تھے۔ والد ماجد نے آپ کا نام غلام محی الدین اور دوسرا نام غلام حمید الدین عرف فقیر عالم اور لقب عرف حسن رکھا تھا۔ آپ کی تسمیہ خوانی جد امجد سید شاہ محمد صادق قدس سرہ نے کرائی۔ قرآن حکیم حافظ عبد الغفور صاحب سے پڑھا اور روایت تجوید حافظ شاہ عبد الکریم صاحب سے حفظ کیا۔ درسیات کے اساتذہ میں حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی قدس سرہ، حضرت والد ماجد قدس سرہ، مولانا محب احمد بدایونی، مولانا محمد فاضل، مولانا حکیم محمد امیر اللہ بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ بیعت و خلافت حضرت والد ماجد قدس سرہ سے تھی اور حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں قدس سرہ نے بھی جملہ سلاسل و اذکار کی خلافت عطا فرمائی تھی۔ قرآن حکیم کے بہت عمدہ حافظ اور نہایت شیریں زبان با تجوید قاری تھے۔ کئی لحنوں پر حاوی تھے۔ جب قرآن حکیم اپنے رنگ و آہنگ میں پڑھتے تو سماں بندھ جاتا۔ فن خطاطی میں بھی عمدہ مہارت حاصل تھی۔ منشی فرزند حسن اور منشی آل حسن مارہروی جو اپنے وقت کے مشہور خطاط اور خوشنویسوں کے استاذ تھے، آپ کے اس فن میں استاذ تھے۔ آپ کی خطاطی کے چند نمونے خانقاہ برکاتیہ میں موجود ہیں۔ عصری علوم بھی آپ نے حاصل کئے۔ انگریزی زبان، فن تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، جبر و مقابلہ وغیرہ میں کافی استعداد تھی جس کی وجہ سے آپ نے تعلیم گاہوں میں امتیازات بھی حاصل کئے۔

آپ کی تصانیف کے بارے میں حضرت تاج العلماء قدس سرہ لکھتے ہیں:-

آپ کی مبارک کتابوں میں سے اردو میں عقائد نامہ منظوم اور رسالہ مباحث امامت اور ایک اور

رسالہ مختصر ہے اور طرد الجہلۃ میں بھی بحث ہے۔ تسکین ہیں وہ تینوں رسائل چھپ چکے ہیں یہ تینوں کتابیں مطبوعہ اور شائع اور انشاء اللہ تعالیٰ واضح ہیں۔ طرد الجہلۃ میں کو ملاحظہ فرما کر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد دین و ملت حضرت مولانا احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریظ بھی تحریر فرمائی:-

مولوی امجد علی صاحب نے رسالہ مبارکہ طرد الجہلۃ میں مجھے دیدہ سنایا۔ ماشاء اللہ
بارک علیم حکیم، حکیم کریم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۴ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۳۸ھ

طرد الجہلۃ میں اس امر کا روشن بیان اور شہادت قرآن و حدیث نیز دو قرائن ائمہ و علمائے اہلسنت کی مستند امثال سے ہے کہ ہندو جب اسے ہی وہ مرتد ہیں جنہیں مسلمانوں اور ان کا پینا کھانا اور مسلمانوں کا ان کا لینے کے ہرگز قابل نہیں۔ ان تینوں رسائل کے علاوہ مشہور نعت شریف "یا نبی سیدی روحی فداک" اپنی آخری پر اردو میں ایک مختصر تضمین بھی رسالہ مبارکہ اہل سنت کی آواز میں مطبوع ہے۔ ان کے علاوہ ایک مکتوب ردِ قادیانی میں، ایک مکتوب بعض آریوں کے اعتراضوں کے جواب میں اور ایک مختصر تحریر زکوٰۃ کے اسلام اور حرمت میاں آریہ کے رد میں کی اور تحریرات علماء دین تھیں جن میں سے جو ابھی غیر مطبوع ہیں۔

(رسالہ مباحث امامت فقیہہ صفحہ ۹۲)

حضرت فقیہ عالم قدس سرہ کے صرف دو رسالے فقیر کی نگاہ سے گذرے ہیں۔ رسالہ مباحث امامت اور علائم مختصر مختوم۔ رسالہ مباحث امامت سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مصدقہ فرمودہ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس رسالہ کی تحسین کرتے ہوئے حضرت برہان الملۃ قدس سرہ کو لکھتے ہیں۔

حضرت والا صاحبزادہ والا جناب المقام دامت برکاتہم!

تسلیم!

تمہیں دور ہوتے کہ مبارک رسالہ تحریرات اولیائے میں آج صدر دو کامل اور ضروری مسائل و اختلاف میں صرف ہو اور آج صدر سے کم میں اسے مطالعہ کیا۔ حضرت نے سوالات تمیں آنے کے چودہ (۱۴) سوالات خصوصی کے لئے ارسال فرمائے۔ تا مطولا نیایا سند سے اس تکلف کی حاجت نہیں۔ حاضر ہیں۔ رسیدہ رسالے سے مشرف فرمائیں زیادہ خوشی اس کی ہوئی کہ کفار مرتدین کی اس میں خوب خبر لی گئی۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ اور کیا اچھا ہو کہ یہ مبارک رسالہ طبع و شائع تم سے

ایسے مضبوط و خوشنما کاغذ پر کہ لاکھ ورقوں، دو لاکھ صفحوں میں پانچ جزو پر چھپ کر ہے اور جس واسطے سب بے تکلف اس سے بہرہ مند ہوں، حضرت والا سید العلماء شاہ جی میاں صاحب دام ظلہم کی خدمت میں ارسال کیا۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

از بریلی ۱۱، ربیع الآخر شریف ۱۳۲۵ھ یوم الخمیس

(رسالہ مبارکہ امامت تعبیر صفحہ ۸۸)

کاغذ پر دار الاشاعت رضا کاری خانقاہ عالیہ بریلی شریف سے شائع ہوا چھپا ہوا ہے (۹۶) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں چھ فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔

پہلی فصل:- شروط امامت و اقتداء میں ہے۔

دوسری فصل:- نماز پڑھنے پڑھانے کی ترکیب پر مشتمل ہے۔

تیسری فصل:- میں ان لوگوں کی نشاندہی ہے جن کا امام ہونا بہتر ہے۔

چوتھی فصل:- میں ان حضرات کا بیان ہے جن کی اقتداء میں نماز صرف ادا کراہت کے ساتھ ہوتی ہے۔

پانچویں فصل:- ان لوگوں کے بیان میں ہے جن کی امامت سے نماز مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی ہوتی ہے۔

چھٹی فصل:- میں ایسے لوگوں کو بتایا گیا ہے جن کے پیچھے سرے سے نماز ہوتی ہی نہیں، فاسد ہو جاتی ہے۔

خاتمہ:- مساجد کی تعظیم کے بیان میں ہے۔

دوسرا رسالہ مبارکہ جس کا تاریخی نام "اعتقاد نامہ منظومہ" (۱۳۲۲ھ) ہے، سید ارتضاء حسین قادری کے اہتمام سے مطبع صبح صادق سیتاپور میں طبع ہو کر دار الاشاعت رضا کاری خانقاہ عالیہ بریلی شریف سے شائع ہوا جس کے کل صفحات چوبیس (۲۴) ہیں۔ اس کے آخری صفحہ پر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کے منظوم عربی اشعار ہیں جو حضرت مصنف کے سالِ ارتحال پر تحریر کئے گئے۔

لفقير عالم رحمة ۔ من امير عالم من بذل

واها لامرلم يتم ۔ آها لعمر لم يطل

الصبر يابالقاسم :: الصبر مفتاح القفل

الصبر يا ابن الصادق :: الصبر ينهل مل يفل

الصبر شيمة جدكم :: ذا المصطفى هادي السبل

الله أرحم منك به :: وجده ختم الرسل

فجواره خير الجوار :: نزله خير النزل

ماكنت الا صاحبنا :: معدن الحصافة طب وقل

حمداً على ماقد مضى :: حمداً على مالم يزل

سل الرحما في كم مضى

فتلوت آية "في شغل" (۱۳۳۰ھ)

رسالہ مبارکہ کی ابتدا ان اشعار سے ہوتی ہے :-

کرے مدح خالق کی اپنی بیاں :: زبان قلم میں یہ طاقت کہاں

یہ مخلوق اعجز فقیر و ذلیل :: وہ خالق قوی و غنی و جمیل

عشق سرکار دو عالم رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق چند اشعار :-

نہ رکھے جو احمد کو جان سے عزیز :: وہ مومن نہیں ہے یہ کر لے تمیز

فدا ان پہ کر جان اور مال کو :: پدر مادر احباب و اطفال کو

اور بد مذہبوں سے گریز کے چند اشعار یہ ہیں :-

وہابی ہے ان میں کوئی نیچری :: کوئی رافضی اور ندوی کوئی

کوئی قادیانی کوئی قاسمی :: کوئی آریہ ہے کوئی مفتری

مسلمان ان سے رہیں سب جدا :: نہ ان سے محبت کا ہو سلسلہ

جو ان کو سمجھیں مسلمان سب :: انہیں آتے ہیں سلب ایمان کے اسباب

اس منظومہ کے سارے اشعار، سلاست اور سادگی کے ساتھ اپنی ذہن میں اس کے مفاہیم کو اجاگر کرتے ہیں۔ الغرض، فصیح، رنج و صحو اور آمد اس کے درمیان جگہ پاسکے شاید اسی لئے یہ اپنے قاری کو خود کسی معیار فکر کا اور اپنے معلوماتی جذبے وغیرہ سے متاثر کرتے نظر آتے ہیں۔

رودادِ پاکستان ۔ قسط ۲

محمد زبیر قادری

علماء کرام سے ملاقات اور کتابوں کی خریداری کے بعد میں دوبارہ فاروقی صاحب کے ساتھ ان کے مکتبہ نبویہ پہنچا۔ علماء کرام سے ملاقات کے وقت ہر جگہ فاروقی صاحب نے محمد حقیر کا تعارف کرایا ورنہ میرے لیے یہ بہت مشکل مرحلہ تھا۔

مکتبہ میں بیٹھے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب تشریف لائے۔ فاروقی صاحب کے تعارف کرانے پر حضرت نے مل کر مسرت و انبساط کا اظہار کیا اور خوب حوصلہ افزائی کی۔ مجھے ان سے مل کر بے حد مسرت ہوئی کہ موصوف اہل سنت کیلئے سرمایہ افتخار کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ حضرت نے مسلک اہل سنت کی اشاعت کیلئے گراں قدر کتابیں لکھی ہیں، فرق باطلہ کا رد بلیغ کیا ہے اور اس ضعیف العمری میں بھی مسلسل امام احمد رضا کے مسلک کی ترویج و اشاعت میں لگے ہوئے ہیں یعنی تصنیف و تالیف کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ موصوف اس وقت لاہور کے عظیم الشان دار العلوم جامعہ نظامیہ لاہور میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

میں اپنے محسن یعنی پیر زادہ اقبال احمد فاروقی صاحب کا تعارف کرانا تو بھول ہی گیا۔ موصوف کا شمار بھی بلند پایہ ہستیوں میں ہوتا ہے۔ تصنیف و تالیف اور تراجم کا کام کر کے مسلک اہلسنت کی بیش بہا خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اپنے مکتبہ نبویہ سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور دیگر علمائے کرام کی کتابیں شائع کر کے دین و سنیت کی خوب ترویج و اشاعت کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ موصوف مرکزی مجلس رضا کے زیر اہتمام شائع ہونے والا مجلہ ماہنامہ "جہان رضا" کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں جو کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کی ترویج و اشاعت کیلئے بلا قیمت سعادی لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

میں نے اپنے ساتھ لائی ہوئی چند کتابیں، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی کے بانی جناب محمد سعید نوری صاحب کے بھیجے ہوئے تحائف پیش کیے۔ فاروقی صاحب نے خوشی کا اظہار کیا اور رضا اکیڈمی ممبئی کی خدمات کا بھی اعتراف کیا۔

فاروقی صاحب کا مکتبہ نبویہ علم و ادب کا گہوارہ ہے۔ ان کی دکان پر متلاشیان علم و ادب کا تانتا رہتا ہے یہاں تک کہ ہونے والے صاحبان علم و فن بھی یہاں حاضری دیتے رہتے ہیں۔ میں نے لاہور

قیام کے دوران بہت ہی کم عرصہ میں اہم شخصیات سے ملاقات کر لی وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ میرا زیادہ وقت فاروقی صاحب کے گھر پر گزرا۔ اس لیے کہ شہر میں کہیں دور دراز کا فاصلہ ہو تو لوگوں کے پاس جا کر ملاقات کرنے میں کافی وقت صرف ہو جاتا۔ احباب رضا سے ملاقات کروانے اور تعارف کروانے میں فاروقی صاحب میرے لیے بہت معاون ثابت ہوئے۔ اسی طرح سارا دن ملنے جلنے میں گزر گیا شام کو فاروقی صاحب مجھے اپنی کار میں ساتھ لے کر گھر لے گئے۔ تازہ دم ہو کر کھانا کھایا اور پھر فاروقی صاحب سے کافی دیر مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی اور جب مجھ پر نیند کا غلبہ چھانے لگا تو حضرت رخصت ہو گئے۔

دوسرے دن بروز جمعرات ۲۳ جولائی ۱۹۹۸ء کا دن میرا کوئی طے شدہ پروگرام نہیں تھا نہ ہی کوئی عزیز رہتا تھا۔ یہاں بس احباب سے ملاقات مقصود تھی۔ تمام ضروریات سے فراغت کے بعد فاروقی صاحب مجھے لے کر "مرکزی مجلس رضا" کے دفتر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں کار ہی سے مینار پاکستان اور جامع مسجد کا نظارہ کیا۔ "مرکزی مجلس رضا" کا دفتر دار العلوم انجمن نعمانیہ کی عمارت کے اندر اندرون ٹکسالی گیٹ میں واقع ہے۔ یہ دار العلوم سو سال سے بھی زائد عرصہ سے دینی علوم کا چشمہ جاری کر کے پاکستان کو سیراب کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس دار العلوم کے علاوہ اراکین کو یہ سعادت حاصل رہی ہے کہ انھوں نے فاضل بریلوی سے رابطہ استوار کر کے علمی استفادہ حاصل کیا اور فاضل بریلوی نے بھی بدل و دست تعاون پیش کیا۔ اس موضوع پر ادارہ کے سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب نے ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "امام احمد رضا اور انجمن نعمانیہ" لکھ کر رضا اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ہے۔

دار العلوم و انجمن نعمانیہ کی عمارت کافی وسیع و عریض ہے۔ عمارت کے بیچ میں ایک کھلا ہوا صحن ہے اور دائیں ہاتھ پر ہی مرکزی مجلس رضا کا دفتر ہے۔ ہم اندر داخل ہوئے۔ یہاں کی ہر شے آثار قدیمہ کا نظارہ پیش کر رہی تھی جہاں رضا کے پرانے شمارے گرد و غبار میں اٹے پڑے تھے۔ لگتا تھا کہ فاروقی صاحب یا کوئی اور یہاں پر روزانہ نہیں آتا۔ آفس جو کہ کئی دنوں سے بند تھا فاروقی صاحب نے اس کی صفائی کروائی۔ ڈاک میں آئے ہوئے خطوط و رسائل کو چھانٹا انھوں نے ایک خط دکھایا جس میں "معارف رضا" کی تعریف لکھی ہوئی تھی۔

یہاں آ کر مجھے اس بات کا اندازہ ہوا کہ دراصل اقبال احمد فاروقی صاحب ہی مرکزی مجلس رضا کے واحد کرتا دھرتا ہیں گو کہ اس کے بانی حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب ابھی حیات ہیں اور اس مجلس کے اور بھی اراکین ہوں گے مگر "جہان رضا" کی اشاعت کی تمام تر ذمہ داری صرف فاروقی صاحب پر ہے۔

رسالہ کی اشاعت، دنیا بھر میں ترسیل، خطوط کی جواب دہی، تصنیف و تالیف وغیرہ، تمام کام فاروقی صاحب کس طرح انجام دے لیتے ہیں یہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اللہ ان کی غیب سے مدد فرمائے۔ آمین

یہاں سے فاروقی صاحب مجھے لے کر حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب کے مطب پر پہنچے۔ حکیم صاحب کی شخصیت دنیائے اہلسنت میں کافی مشہور و معروف ہے۔ ان کی دینی خدمات بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مسلک کے رواج اور فروغ نے انہیں حکیم امراض جسمانی سے حکیم اہلسنت بنا دیا ہے۔ انہوں نے تقریباً تیس سال قبل مرکزی مجلس رضا کی بنیاد رکھی۔ اس وقت جبکہ امام احمد رضا کی شخصیت کو مخالف طاقتوں نے متنازعہ فیہ بنا کر رکھ دیا تھا اس مجلس کے تحت امام احمد رضا کی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا گیا، ساتھ ہی معاصرین رضا کے جواب میں علاوہ محققین کی لکھی ہوئی کتابوں کی اشاعت بھی ہونے لگی اور یہ کتابیں بلا معاوضہ تقسیم کی جانے لگیں۔ اب تک لاکھوں کی تعداد میں کتابیں تقسیم کی جا چکی ہیں۔ اور پھر ۱۹۸۰ء میں پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب کے زیر ادارت ماہنامہ "جہان رضا" کا اجراء عمل میں آیا۔ جو امام احمد رضا کے نظریات کی ترجمانی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ رسالہ بھی ساری دنیا میں مفت ہی تقسیم ہوتا ہے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب کتاب دوست اور کتاب شناس عالم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ساری زندگی تلاش و جستجو اور بڑی تگ و دو کے بعد نادر و نایاب کتابیں جمع کی تھیں۔ لیکن اس قدر کتابوں کو جمع کرنا اور ان کی دیکھ ریکھ ایک الگ مسئلہ ہے جس کے لئے باقاعدہ ایک دفتر درکار ہوگا جس میں کافی سرمایہ بھی لگتا۔ اسی لئے حکیم صاحب نے ۲۰ ستمبر ۱۹۸۹ء کو اپنا تمام ذخیرہ کتب پنجاب یونیورسٹی کو بطور عطیہ عنایت کر دیا اور وہ مسلسل کتابیں بھیجتے رہتے ہیں۔ اب تک ان کی کتب کی تعداد تقریباً بیس ہزار جس میں مخطوطے بھی شامل ہیں تک پہنچ گئی ہے۔

حکیم صاحب کا مطب بھی علم کا گہوارہ ہے۔ متلاشیان علم دور دراز سے علم کی تلاش میں آتے ہیں اور اپنے علم کی پیاس بجھاتے ہیں۔ ہم جب مطب میں پہنچے تو اس وقت حکیم صاحب ایک مریض کو دیکھ رہے تھے وہ مریض کراچی سے آیا تھا مجھے حیرت ہوئی کہ ان کے پاس دور دراز سے بھی لوگ علاج کی غرض سے آتے ہیں یعنی حکیم صاحب حکمت میں بھی کمال کے درجے پر فائز ہیں ان کے ہاتھ میں بہت شفاء ہے۔ میری حکیم صاحب سے پہلے سے مراسلت تو نہیں تھی مگر مجھے اتنا یقین تھا کہ وہ مجھے افکار رضا کے حوالے سے فوراً پہچان لیں گے اور یہی ہوا بھی۔ فاروقی صاحب کے مختصر تعارف کے بعد حکیم

صاحب چوک سے ملے۔ اس وقت وہ بہت ضعیف ہو چکے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی روزانہ مطب میں آکر مریضوں کی دیکھ ریکھ کرتے ہیں اور نسخے تجویز کرتے ہیں۔ میں نے انہیں رضا اکیڈمی بمبئی کے جناب سعید نوری صاحب کا تحفہ قلم دیا جس پر مدینہ شریف کا گنبد بنا ہے اور جس کے اندر عطر بھی موجود ہے۔ اس پر انگریزی میں Raza Academy، دیکھ کر انہوں نے کہا کہ رضا نہیں رضا لکھا کرو کی لکھی گئی ہے۔ حکیم صاحب نے اور بھی بہت سی باتیں کیں اور فاروقی صاحب کے کہنے پر مجھے لاہور کی مشہور لسی منگوا کر پلائی۔ جب ہم رخصت ہونے لگے تو انہوں نے میرے معانقہ کیلئے بڑھتے ہوئے اپنا ہاتھ اٹھا کر کہا "آپ پاکستان کیلئے دعا نہیں کرتے، یہاں تو ہر شاخ پر الو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا۔" میں نے ان سے دعا کرنے کی حامی بھری اور رخصت ہوا۔

فاروقی صاحب وہاں سے مجھے اپنے مکتبہ پر لے گئے۔ میں اپنے ساتھ رضا اکیڈمی لاہور کیلئے بھی چند کتب لایا تھا سو وہ حضرت علامہ صدیقی صاحب کی جانب سے "پیغام رضا"، جناب سعید نوری صاحب کی جانب سے کنز رضا، حرمین قلم اور گلزار رضا"۔ اس کے علاوہ میں ایک اور شخصیت سے ملنے کا خواہاں تھا کہ جن کی لندن میں حکومت کی سفارت سے منسلک تھی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد موصوف مسلک اہل سنت کیلئے تحریری اور تقریری طور پر جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں میری مراد محمد انور مدنی صاحب سے ہے۔ موصوف سے میری نامہ و مراسلت تھی اور وہ بھی مجھ سے ملنے کے مشتاق تھے لیکن وہ چونکہ لاہور شہر سے باہر رہتے تھے لہذا میں نے انہیں فون کر کے بلوایا اب میں دونوں احباب کا منتظر تھا۔

اسی اثناء میں لاہور کے مشہور نعتیہ شاعر جناب طاہر لاہوری صاحب تشریف لائے۔ موصوف سے تفصیلی ملاقات مولانا ڈاکٹر سراج احمد بستوی صاحب کی وساطت سے ہوئی۔ ڈاکٹر سراج احمد بستوی نے دو تین سال قبل "افکار رضا" کیلئے ایک مضمون "طاہر لاہوری کی نعتیہ شاعری" تحریر کیا تھا کہ ہم نے شائع کر دیا تھا۔ مضمون کی اشاعت کے بعد لاہور سے جناب طاہر لاہوری صاحب نے شکریہ کا خط لکھا۔ موصوف ایک عرصہ تک بی بی سی لندن میں ریڈیو پاکستان میں ملازمت کرتے تھے اب ریٹائرڈ ہو گئے ہیں۔ موصوف نے بہت محبت کا اظہار کیا اور فوراً اپنی طرف سے چائے پلائی۔

مجھے بمبئی سے آتے وقت مولانا وارث جمال قادری (صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت) نے حضرت مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب کیلئے ایک لفافہ دیا تھا وہ مجھے دینے کیلئے جامعہ نظامیہ جانا تھا۔ راستوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے فاروقی صاحب نے ایک شخص کو میرے ساتھ کر دیا جس میں ان کے ہمراہ جامعہ

نظامیہ پہنچایا۔ انہوں نے مجھے مولانا محمد منشا تابش قصوری صاحب تک پہنچایا۔ تعارف ہونے کے بعد حضرت بڑے تپاک سے ملے اور مصافحہ و معانقہ کیا۔ سفر کے حالات دریافت کیے۔ انہیں مولانا وارث جمال قادری صاحب کا خط اور محترم سید نوری صاحب کا تحفۂ قلم دیا۔ مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ رضا اکیڈمی لاہور، مولانا منشا تابش قصوری صاحب اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی سرپرستی میں کام کرتی ہے اس لیے میں نے مولانا منشا تابش صاحب سے رضا اکیڈمی لاہور کے آفس (مسجد رضا، محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور) جانے کے بارے میں دریافت کیا تو مولانا تابش صاحب نے بتایا کہ ان کا آفس یہاں سے کافی دور ہے اور اس وقت رضا اکیڈمی کے نگران حاجی مقبول احمد ضیائی صاحب آفس پر نہیں ملیں گے بہتر ہے کہ آپ فون کر کے انہیں بلوا لیجئے۔ میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ اس طرح وقت کی بھی بچت ہوگی اور کام بھی ہو جائے گا۔ لہٰذا فون کر کے حاجی مقبول صاحب کو اپنے آنے کی اطلاع دی اور ان سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ موصوف نے میری گزارش قبول کر لی۔

اس وقت جامعہ نظامیہ میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کا پروگرام رکھا گیا تھا۔ مجھے بھی اس پروگرام میں شرکت کی دعوت دی گئی جو کہ میرے لیے کسی سعادت سے کم نہیں تھی۔ میں علامہ شرف قادری صاحب کے ساتھ اسی عمارت کی ایک منزل پر گیا جہاں تقریبات رکھی گئی تھیں۔ پورا ہال طلباء سے بھرا ہوا تھا۔ منبر پر علماء و دیگر حضرات جلوہ افروز تھے۔ میرے لیے حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب اور حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری صاحب کے علاوہ سب ہی اجنبی تھے۔ پروگرام کا آغاز طلباء نے تلاوت قرآن پاک اور نعت خیر الانام ﷺ سے کیا۔ اسی اثنا میں مہمان خصوصی جناب سید ریاض حسین شاہ صاحب تشریف لائے۔ طلباء نے نعرۂ تکبیر و رسالت کے ساتھ مہمان کا استقبال کیا۔ میں پہلے سے ہی واقف تھا۔ تقریر کا دور شروع ہوا۔ علامہ شرف صاحب اور علامہ تابش قصوری صاحب نے سیرت سرور کائنات ﷺ پر مختصر تقریریں کیں۔ پھر ایک طالب علم نے مہمان خصوصی حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ ناظم اعلیٰ مرکزی جماعت اہل سنت کا تعارف کرایا اور ان کی شخصیت اور خدمات پر مختصر روشنی ڈالی پھر تقریر کے لیے مدعو کیا گیا۔

حضرت نے تقریر کا آغاز کیا تو میں دنگ رہ گیا کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں اس طرح کی تقریریں بہت کم سنی ہیں۔ حضرت کی تقریر سے یہ اندازہ ہو گیا کہ موصوف انگریزی تعلیم یافتہ ہیں اور یورپ و مغربی ممالک کے بھی دورے کرتے رہتے ہیں۔ مجھے ان کی تقریر میں دو واقعات بہت پسند

آپ کے سامنے یہاں درج کر رہا ہوں۔ موصوف نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں برطانیہ کے ایک شہر (غالباً بریڈ فورڈ) میں عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات کے سلسلے میں مدعو کیا گیا تھا۔ آقائے دو جہاں ﷺ کے یوم ولادت کے دن شہر میں جلوس نکالا گیا۔ میں بھی اس جلوس میں شریک تھا۔ کثیر تعداد میں لوگ دیکھنے کیلئے جمع ہو رہے تھے۔ پاک و ہند کے مسلمانوں کے علاوہ انگریز گورے بھی کافی تعداد میں جلوس دیکھنے جمع ہو گئے تھے کہ میں نے دیکھا کہ دہلی کا ایک دیوبندی بھی ایک طرف کھڑا پیاسی نظروں سے جلوس دیکھ رہا ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کے مسلک میں تو نبی اکرم ﷺ کی ولادت کا جشن منانا بدعت اور شرک اور حرام ہونے کے حکم میں ہے مگر آپ کیوں یہاں اس غیر شرعی عمل کو دیکھنے کیلئے کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ "ہم یہاں سارا سال سیرت رسول کی مجالس منعقد کرتے ہیں تو ہماری مجالس میں معدودے چند انگریز شریک ہوتے ہیں اور آپ لوگ سال میں صرف ایک بار عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس نکالتے ہو تو سینکڑوں انگریز جمع ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ مسلمان اس طرح کیوں کرتے ہیں اور جب انہیں بتایا جاتا ہے کہ یہ ہمارے نبی اقدس ﷺ کی ولادت کی یاد منانے کے لئے کیا جاتا ہے تو اس طرح خود بخود سیرت النبی ﷺ کی تشہیر ہو جاتی ہے اس لئے میں بھی یہاں یہ دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔" اس دیوبندی کی بات سن کر میں مسکرایا اور آگے بڑھ گیا۔

علامہ ریاض حسین شاہ کی تقریر کا دوسرا واقعہ میرے لئے کافی حیرت کن تھا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں برطانیہ کے ایک شہر میں لیکچر دے رہا تھا۔ پروگرام میں انگریز بھی موجود تھے۔ میری تقریر کا موضوع تھا قرآن شریف۔ میں نے جب یہ بتانا شروع کیا کہ قرآن شریف میں ہر شے کا بیان موجود ہے اور ہمارے لئے یہ مکمل رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکتا ہے۔ اتنے میں مجمع سے ایک انگریز کھڑا ہوا اور مجھ سے سوال کیا کہ مولانا آپ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہر شے کا بیان موجود ہے تو بتایئے مولانا کہ آج سائنسدانوں نے ایٹم بم ایجاد کر لیا ہے آج کی جنگ میں اگر اسے استعمال کر لیا جائے تو دنیا چند منٹوں میں تباہ ہو جائے۔ اس بارے میں آپ کا قرآن کیا کہتا ہے۔ میں نے اسے جواب دیا (یہاں علامہ موصوف نے قرآن شریف کی کسی آیت کے حوالہ دیا جو کہ مجھے یاد نہیں رہا) کہ اس کا توڑ ہے مردِ مومن یعنی ایک مردِ مومن پیدا کیا جائے گا جو ایٹم بم کو مردہ کر کے بے اثر کر دے گا اور اس کا توڑ بھی ایک مسلمان ہوگا۔ یہ سن کر وہ انگریز خاموش ہو گیا۔

گو کہ میں تقریر سننے کا عادی نہیں ہوں اس کے باوجود مجھے ان کی تقریر بہت پسند آئی کیونکہ اس

طرح کی تحریریں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو مذہب کی طرف راغب کرنے میں بہت اثر انگیز ہوتی ہیں۔
پروگرام کے اختتام کے بعد تمام مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا اور مجھے بھی شریک طعام کر لیا گیا۔

اس کے بعد میں نے جامعہ نظامیہ میں حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب سے ملاقات کی اور واپس ہو گئے۔ تنویر لوٹ آیا۔ وہاں پہنچے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ جناب حاجی مقبول احمد ضیائی صاحب ایک نوجوان کے ہمراہ تنویر پر تشریف لائے۔ حاجی مقبول احمد ضیائی صاحب نہایت پر وقار شخصیت کے مالک ہیں۔ میں نے ان کی خدمت میں بھی چند کتابیں تحفتاً پیش کیں۔ وہ بھی اپنے ہمراہ ایک کتاب "امام احمد رضا اور مجدد الف ثانی" لے آئے تھے جو ان کے اشتراک اور "رضا دارالاشاعت" سے شائع کی گئی تھی، مجھے تحفتاً پیش کی۔ حاجی صاحب کہنے لگے کہ تمہیں ہمارے ادارے کی بھی کتابیں چاہئے ادارہ کے آفس آکر لے جایئے۔ میں نے ان سے معذرت کر لی اور کہا کہ میں پہلے ہی کافی کتابیں خرید چکا ہوں اور ہوائی جہاز میں ایک مخصوص وزن کے حساب سے ہی کتابیں لے جائی جا سکتی ہیں اس لیے مزید کتابیں لے جانا ممکن نہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ اپنی کاروباری مصروفیات سے وقت نکال کر مجھ سے ملنے کیلئے آئے ہیں لیکن وہ کچھ جلدی میں تھے اس لیے تھوڑی ہی دیر میں وہ رخصت ہونے لگے۔ جاتے جاتے انہوں نے مجھ سے دعوت پر آنے کیلئے کہا تو میں نے ان سے اس کی بھی معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں صرف تین دن کیلئے آیا تھا اور کل میری واپسی ہے۔ پھر بھی انہوں نے کہا کہ ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتائیے گا اور وہ رخصت ہو گئے۔

حاجی مقبول احمد ضیائی صاحب کے جانے کے ایک یا دو گھنٹے بعد محمد انور مدنی صاحب تشریف لائے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ ایک زمانہ تک وہ وہابیت میں پھنسے ہوئے تھے دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا تھا اور ایک جاہلین کی طرح زندگی گزار رہے تھے کہ سرکار ابو قرار ﷺ نے گناہوں کے جنگل سے اور قعر ذلت سے باہر نکالا۔ خواب میں آقا سرور کائنات ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے مجھے راہ حق دکھائی۔ تب سے میں رد فرق باطلہ اور مسلک اہل سنت کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوں۔

محمد انور مدنی صاحب کے بارے میں جب مجھے علم ہوا تھا تو میں بہت حیران ہوا تھا کہ یا اللہ ایسا بھی ہو سکتا ہے اس طرح بھی کسی کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ اس طرح کے واقعات جب سامنے آتے ہیں تو اللہ رب العزت پر یقین اور پختہ ہو جاتا ہے۔ کوئی کیسا ہی بھٹکا ہو اگر اللہ چاہے تو اس کے راہ حق کی طرف آنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگتا۔ مجھ گناہگار پر بھی اللہ رب العزت کا بے پایاں کرم ہے کہ اس نے

مجھے خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ ہی توفیق عطا فرماتا ہے پھر بندہ جب اسکے عمل کرتا ہے تو اس کو ثواب کا انعام بھی عطا فرماتا ہے۔ ہے کوئی ایسا منصف جو رب کی طرح انصاف کر سکے۔ مدنی صاحب نے مجھے بتایا کہ اللہ عزوجل اور مدنی آقا ﷺ کے فضل سے تمام کام میں خود ہی کرتا ہوں یعنی کتابیں لکھنا شائع کروانا، تقسیم کرنا، جلسوں میں بیان کرنا وغیرہ وغیرہ۔

کراچی میں چند دن قبل علماء اہلسنت کے درمیان گنبد خضریٰ کی تعمیر سے متعلق ایک مسئلہ کھڑا ہو گیا تھا۔ مسئلہ کے فریق تھے ڈاکٹر ابو الخیر زبیر احمد نقشبندی۔ جن پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے ثواب بمعنی گناہ کرکے رسول کریم ﷺ کی طرف نسبت اضافت کی اور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پر اعتراض کیا۔ جس مسئلہ پر علماء اہلسنت نے فوراً ان کی گرفت کی اور ان کے خلاف بہت سے علماء اہلسنت نے تحریر و تقریر سے کام لیا اور کئی کتابیں بھی شائع ہو گئیں۔ اس ضمن میں محمد انور مدنی صاحب نے بھی ایک کتاب گنبد خضریٰ لکھ کر شائع کروائی۔ جس کے جواب میں ڈاکٹر زبیر احمد نے بھی ایک کتاب لکھ کر مدنی صاحب کا رد کیا۔ باتوں باتوں میں اس کا ذکر نکل آیا تو انہوں نے کہا کہ زبیر احمد کے رد میں میری ایک اور کتاب آ رہی ہے۔ جس میں اب تک جن علماء نے زبیر احمد کے خلاف فتوے دیے ہیں ان سب کو یکجا شائع کیا جائے گا۔ تب اقبال احمد فاروقی صاحب نے انہیں سمجھایا کہ پہلے زبیر نے غلطی کی تو آپ نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی۔ آپ دلائل کیلئے حضور اقدس ﷺ، اہلبیت اطہار، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین وغیرہم کا قافلہ لے کر آتے ہیں اور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان حضرات کے نزدیک اب کا معنی یوں ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ کافر و فاسق و فاجر ہے۔ آپ کے جواب میں زبیر کتاب لکھتا ہے اور وہ بھی اپنے ساتھ حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین وغیرہم کا قافلہ لے کر آتا ہے اور اپنی بات ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو اس کے برخلاف عقیدہ رکھے اس نے کفر کیا، فاسق و فاجر ہوا۔ اس سے ہو یہ رہا ہے کہ آپ لوگوں کے فتوے ان مقدس ہستیوں کے دامن کو داغدار کر رہے ہیں کیونکہ دونوں ہی اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کیلئے ان مقدس ہستیوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ اس لئے خدارا خدارا آپ اس مسئلہ کو یہیں ختم کر دیں تو بہتر ہے۔ مدنی صاحب نے کہا کہ فاروقی صاحب میری طرف سے تو اب ختم سمجھئے ویسے ہی میرے پاس اتنا کام ہے کہ ان مسائل میں پڑ کر میں اپنے کام نہیں کر پاتا۔ کئی کتابوں کو مکمل کرنا ہے اس کے علاوہ میرے پاس مختلف

ملاقات سے محظوظ ہوتے ہیں جن میں لوگ اپنے علاقوں میں ہونے والے مسلکی اختلافات میں مجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ یعنی میری اصل لڑائی تو وہابیوں سے ہے۔ ان سے ہی فرصت نہیں ملتی تو میں دیگر مسائل میں کیوں پڑوں گا۔ وہ تو میں اس وجہ سے اس مسئلہ میں شامل ہو گیا کہ اس سے امام احمد رضا کی ذات پر حملہ ہو رہا تھا۔ کنزالایمان کو غیر معتبر ٹھہرایا جا رہا تھا مجھ سے یہ برداشت نہ ہو سکا تو میں بھی دلائل میں شامل ہو گیا۔ الحمد للہ آج وہ میری طرف سے لڑائی ختم ہی سمجھیں۔

محمد نور علی صاحب کو کہیں تقریری پروگرام کے سلسلے میں جانا تھا اس لیے وہ معذرت کر کے رخصت ہوگئے۔ اسی طرح سارا دن ملاقاتوں میں ختم ہوا۔ اس دوران اطراف کی کتابوں کی دکانوں پر بھی جانا ہوا اور کوئی کتاب پسند آئی تو خرید لی۔ وہاں اکثر دکاندار ہندوستان سے کتابیں درآمد کرنے کے بہت حق میں تھے اور مجھ سے اس بارے میں دریافت کرنے لگے مگر میں نے کہا کہ کتابوں کی خرید و فروخت ہمارا بزنس نہیں ہے میں تو ملازمت کرتا ہوں۔ ہم جو کتابوں کی اشاعت کرتے ہیں تو صرف مسلک اہل سنت کی ترویج و اشاعت کیلئے۔ اگر یہ ہمارا بزنس ہوتا تو ہم ضرور آپ لوگوں سے کاروبار کرتے۔ اسی طرح مختلف لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور باتیں ہوئیں۔

میں لاہور میں تھا اور میں نے اب تک حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا تھا جنہیں ساری دنیا داتا گنج بخش (روحانیت کے خزانے عطا کرنے والا) کے نام سے جانتی پہچانتی ہے۔ جس طرح ہم ہندوستان والے اپنے مکانوں دکانوں پر یا خواجہ غریب نواز لکھتے ہیں یا کاروبار کا نام حضور غریب نواز کے نام پر رکھ کر فیضانِ غریب نواز حاصل کرتے ہیں اسی طرح اہل پاکستان اپنے دکانوں مکانوں پر یا داتا لکھتے ہیں یا اپنے کاروبار کا نام حضور داتا گنج بخش کے نام سے منسوب کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا عہد مبارک پانچویں صدی ہجری کا ہے اور گزشتہ ہزار سال سے آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

چونکہ جمعرات کا دن تھا اور شام کو بھیڑ زیادہ ہو جاتی لہٰذا میں نے دوپہر کوئی چار بجے جانا مناسب سمجھا اور مزار مبارک پر جانے کیلئے دعوتِ اسلامی کے ایک مبلغ کو راضی کر لیا جس سے وہاں دربار گیٹ میں مولانا انیس احمد نوری کے کہنے پر دوستی ہو گئی تھی۔ دربار گیٹ اصل میں داتا دربار کی حدود میں ہی واقع ہے۔ دربار گیٹ کی سیڑھیوں سے اترتے ہی سامنے حضور داتا گنج بخش کا دربار سامنے آجاتا ہے۔ دروازے پر ہی چپلیں رکھ کر ہم اندر داخل ہوئے۔ مزار کا صحن و برج بہت ہی وسیع و عریض ہے اور اس کی وسعت

میں جو واقعات کو بیان ہے گزشتہ روز یہاں سے گزرتے ہوئے فاروقی صاحب نے بتایا تھا کہ حکومت پاکستان درگاہ کو مزید وسعت دے رہی ہے جن سڑکوں پر آج گاڑیاں دوڑ رہی ہیں وہ سب مزار شریف کی حدود میں شامل کر دی جائیں گی۔ مزار شریف کے اندر صحن میں وسیع و عریض کھلا صحن ہے جس میں اس وقت کوئی عالم صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ میرے دوست نے گائیڈ کا فریضہ انجام دیتے ہوئے بتایا کہ یہاں ہر جمعرات کو مختلف علماء دین کی تقریریں ہوتی ہیں۔ ہم یہاں تھوڑی دیر رک کر تقریر سننے لگے۔ صحن کے بالکل سامنے ہی حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جہاں اس وقت زائرین کی ایک لمبی قطار لگی ہوئی تھی ہم بھی ان کی قطار میں شامل ہو گئے۔ لوگوں کی کثیر تعداد زیارت کیلئے آ رہی تھی اس لئے زائرین کو مزار شریف کے سامنے دعا مانگنے کیلئے زیادہ وقت نہیں دیا جا رہا تھا۔ ہم بھی مختصر دعا مانگ کر مزار شریف سے ہٹ گئے۔ پھر میں نے ایک طرف ہو کر تفصیل سے دعا مانگی۔

وہاں ایک طرف لنگر تقسیم ہو رہا تھا۔ میرے ساتھی نے پورا مزار شریف دکھایا اور تفصیلات بھی بتائیں۔ مزار مبارک کی شاندار وسیع و عریض عمارت دیکھ کر مجھے بہت خوشی محسوس ہوئی۔ اس لئے کہ رب العزت کے فضل و کرم سے مجھے اتنے بڑے ولی کامل کی درگاہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا اس سے قبل میں نے حضور داتا گنج بخش کا مزار شریف پی ٹی وی پر دیکھا تھا ہر سال داتا گنج بخش کے عرس کی تقریبات کی جھلکیاں پی ٹی وی کی خبروں میں دکھائی جاتی ہیں۔

پھر ہم وضو کر کے عصر کی نماز کی ادائیگی کیلئے مسجد میں داخل ہو گئے۔ بہت ہی شاندار اور خوبصورت مسجد تھی جو کہ مکمل ائیر کنڈیشن تھی شاید گرمیوں میں یہاں آکر لوگ جسمانی اور روحانی ہر دو طرح کا سکون پاتے ہیں۔ اس وقت بھی کافی تعداد میں لوگ مسجد میں آرام فرما رہے تھے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد ہم درگاہ شریف سے رخصت ہو گئے۔ میں دوبارہ کئی بار یہاں آیا اور وہاں تو وقت بہت اچھا گزرتا ہے اس لئے باقی دن بھی وہ اچھا گزرا۔

باقی آئندہ انشاء اللہ

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش: محمد احمد ترازی

امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۹ء کراچی

زیر اہتمام : ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا ۔ پاکستان

"برصغیر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں جن شخصیات نے بھرپور کردار ادا کیا امام احمد رضا خاں محدث بریلوی ان میں ایک اہم شخصیت ہیں۔ انہوں نے ایسے دور میں آنکھ کھولی جب مغلیہ سلطنت زوال کی انتہاؤں کو چھو چکی تھی۔ انگریز برصغیر پر اپنے پنجے گاڑ چکا تھا لادینیت کا سیلاب بڑھتا چلا جا رہا تھا مسلم معاشرے کو تہہ و بالا کر رہا تھا۔ ایسے نازک اور پر آشوب دور میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اسلام اور ناموس رسالت کے تحفظ و دفاع کیلئے میدان عمل میں اترے اور تقریباً ایک ہزار کتابیں تصنیف کر کے مسلمانوں کے عقائد اور نظریات کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کا اہتمام کیا۔ امام احمد رضا کی ذات انگریز طاقت کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی جو آگے چل کر ہندوستان کی آزادی کا سبب بنی۔ وہ سچے اور عاشق رسول تھے ان کا عشق رسول ہے انہوں نے ساری زندگی محبت رسول کا درس دیا۔ آج مسلمان جس بحران کے دور سے گزر رہا ہے ایسے میں فاضل بریلوی کا تیار کردہ "عشق رسول کا اسم اعظم" ہی وقت کی ضرورت ہے۔ ان خیالات کا اظہار سفیر اہل سنت و الجماعت حضرت جسٹس (ر) سید غوث علی شاہ نے امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۹ء کے نام اپنے ایک پیغام میں کیا جو کہ گذشتہ روز ادارہ تحقیقات امام احمد رضا پاکستان کے زیر اہتمام کراچی کے ایک مقامی ہوٹل میں منعقد ہوئی۔ وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد کے جج جسٹس عبدالوحید صدیقی نے صدارت کی جبکہ وفاقی پارلیمانی سیکریٹری برائے وزارت اطلاعات و نشریات حکومت پاکستان میاں انوار الحق رامے، کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سید ظفر حسین زیدی اور سرسید انجینئرنگ یونیورسٹی کے چانسلر زیڈ اے نظامی مہمان خصوصی تھے۔

مولانا محمد اختر القادری کی تلاوت قرآن سے پروگرام کا آغاز ہوا جبکہ ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے نظامت کی۔ کانفرنس سے مقتدر اہل علم اور اساتذہ جامعات نے خطاب کیا اور امام احمد رضا کی خدمات کے حوالے سے تحقیقی مقالات پیش کئے چنانچہ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، شعبہ عربی کے چیئرمین ڈاکٹر محمد شریف سیالوی نے "فاضل بریلوی کا قصائد مصطفی ﷺ سے متعلق نعتیہ کلام" کے عنوان سے مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ علامہ بوصیری کی کتاب "قصائد النبویہ" سے فاضل بریلوی نے نثر و نظم دونوں میں بھرپور اقتباس کیا ہے۔ آپ کا ہر شعر قصائد مصطفی کی طرف اشارہ کرتا ہے اگر میں یوں کہوں شعر ان کا دیوان "حدائق بخشش" "قصائد النبوی" کا نظم میں ترجمہ ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ کراچی یونیورسٹی کی

شعبہ فارسی کے استاد اور معروف ادیب و شاعر پروفیسر ڈاکٹر ریاض الاسلام، رضا صدیقی نے کہا کہ امام احمد رضا کے تبحر علمی اور وسعت فکری کے سامنے شعر گوئی کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن آپ نے شاعری کو اپنے شاعری نہیں بلکہ مسلک حق اور عشق رسول کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ فاضل بریلوی نے اپنے کلام میں شعر و ادب کے وہ موتی بکھیرے ہیں جن کا جواب دنیائے سخن میں محال ہے۔ روزنامہ جنگ کراچی کے ایڈیٹر اور معروف ادیب و شاعر اور مصنف محمود شام نے کہا کہ امام کی دیگر خدمات تو الگ صرف ان کی خدمات ہی سے شعر و ادب مالا مال ہیں۔ ان کے اشعار کی بھی نعتیہ شاعری کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ دنیائے ادب ان کے احسانات کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہے۔ ایسے محسن کی یاد میں کانفرنس کا انعقاد نہایت احسن اقدام ہے۔ میں ادارہ، وجاہت رسول قادری اور ان کے رفقاء ادارہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس موقع پر گذشتہ برس کی طرح امام احمد رضا کے حوالے سے ڈاکٹریٹ (Ph.D) کرنے پر سندھ یونیورسٹی شعبہ اسلامیات کے استاد پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خان کو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی طرف سے "امام احمد رضا گولڈ میڈل (ریسرچ ایوارڈ ۱۹۹۹ء)" پیش کیا گیا۔ گولڈ میڈل پانے کے بعد ڈاکٹر موصوف نے کہا کہ میں نے فاضل بریلوی کی فقہی خدمات پر مقالہ لکھا ہے ان کی فقہی خدمات کے حوالے سے کام کرنے پر میں بجا طور پر انہیں "چودھویں صدی کا مجدد" ہی نہیں بلکہ "چودھویں صدی کا امام اعظم" قرار دیتا ہوں۔

ادارہ کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے ادارہ کی سالانہ کارکردگی پیش کی نیز ادارہ کے زیر نگرانی ہونے والے بین الاقوامی تحقیقاتی کاموں کی تفصیلات سے اہل محفل کو آگاہ کیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ادارہ عنقریب "جامعہ الازہر مصر" میں امام احمد رضا کانفرنس کرے گا اور اس موقع پر "دراسات الرضویہ گولڈ میڈل ایوارڈ" دو عرب فضلاء کو پیش کئے جائیں گے۔ جامعہ نوریہ رضویہ سکھر کے شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد ابراہیم قادری نے کہا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے زندگی کے ہر شعبہ میں رہبری و رہنمائی کا فریضہ سر انجام دیا ان کا ترجمہ قرآن کنزالایمان اور "فتاویٰ رضویہ" اس کا ثبوت ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہر مسئلے کا مناسب حل موجود ہے۔

زیڈ۔ اے۔ نظامی نے اپنے خطاب میں امام احمد رضا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ تاریخ پر گہری نظر رکھنے والا اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ گذشتہ دو صدیوں میں امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیت بمشکل ہی نظر آتی ہے۔ ان کی تعلیمات اور فکر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ایک زندہ و تابندہ قوم دیکھنا چاہتے تھے۔ اعلیٰ حضرت عشق رسالتمآب میں کاملیت کے درجہ پر فائز تھے

اس سے ان کی ہر تحریر سے عشقِ رسول نمایاں نظر آتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر سید ظفر حسین زیدی نے کہا کہ مسلمانوں کے تعلیمی نظام اور تشخص کو اس وقت زبردست دھچکا لگا جب آج سے سو سال پہلے کل انگریزوں نے ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کر کے ہند کی حکومت پر قبضہ کیا۔ اس پر آشوب دور میں اللہ تعالیٰ نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ جیسی باصلاحیت اور مدبر قیادت سے نوازا۔ آپ کی تصانیف اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب برپا کر دیا۔ عالم اسلام کو فخر ہے کہ مسلمانوں کے تعلیمی نظام اور تشخص کو حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی جیسی مدبر قیادت حاصل ہے۔ فاضل بریلوی کے احسانات کو یاد کرنے اور انہیں خراج تحسین پیش کرنے کی غرض سے اس کانفرنس کے انعقاد پر میں ادارہ تحقیقات کو مبارکباد پیش کرتا اور منتظمین کا مشکور ہوں کہ امام علم و حکمت کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے انہوں نے مجھے یہاں مدعو کیا۔

وفاقی پارلیمانی سیکریٹری وزارت اطلاعات میاں انور الحق رامے نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس کانفرنس میں شرکت میری لئے سعادت ہے یہ اس عظیم ہستی کی یاد میں منعقد ہو رہی ہے جس کا برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر احسان ہے۔ ان کا "فتاویٰ رضویہ" علوم و فنون کا شاہکار ہے جبکہ ترجمہ قرآن "کنز الایمان" تو عقیدہ رسالت کے تحفظ کا مظہر ہے۔ آپ بلند پایہ فقیہ، محدث، مفسر ہونے کے علاوہ علم ریاضی و ہیئت اور دیگر علوم سائنس پر بھی دسترس رکھتے تھے انہوں نے کہا کہ آپ کی سائنسی تحقیقات کو ڈاکٹر قیصر، ڈاکٹر مختار ادیب اور ڈاکٹر عبد القدیر خان نے بھی زبردست خراج پیش کیا ہے۔ آپ کی شہرت علمی آپ کی زندگی ہی سے ہند سے نکل کر حرمین تک جا پہنچی۔ یہ سب امر کہ پہنچی تھی مگر ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ آج ادارہ تحقیقات امام احمد رضا جس لگن سے کام کر رہا ہے اس سے ہم پر امید ہیں کہ عنقریب پوری دنیا فاضل بریلوی کے افکار سے استفادہ کرتی نظر آئے گی۔ کانفرنس کے صدر جسٹس عبد الوحید صدیقی نے خطبہ صدارت میں فرمایا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو قدرت نے خاص طور پر برصغیر کے مسلمانوں کی رہبری کیلئے پیدا فرمایا تھا۔ پاک و ہند کے چپے چپے پر فاضل بریلوی کے گہرے نقوش ہیں ہمیں ان نقوش کو اجاگر کرنا چاہئے اور زندگی کے ہر شعبے میں فاضل بریلوی کی تعلیمات کو ترجیح دینا چاہئے۔ میں خود بھی کوشش کروں گا کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں میں فاضل بریلوی کے فتاوی "فتاویٰ رضویہ" سے مدد لی جائے۔ امام احمد رضا کی یاد میں کانفرنس کا انعقاد اور ان کے حوالے سے تحقیقی کام کرنے والے ادارہ کو مبارکباد پیش کرنا نہایت ہی احسن اور لائق تحسین اقدام ہے۔

مسلمانان اہلسنت کے فکری و علمی اتحاد کے لئے پہلی بار

شہر ہبلی میں تاریخ ساز دو روزہ امام احمد رضا کانفرنس

اکیسویں صدی عیسوی میں داخل ہونے والی دنیا کے تقاضے، چیلنج اور موجودہ مسائل کا تجزیہ کرتے جائزہ لینے کے لئے ۱۹ اور ۲۰ ستمبر ۱۹۹۶ء کو سواد اعظم اہل سنت و جماعت زیر اہتمام آل کرناٹک انجمن ایمان رضا اور مرکزی دار العلوم اہل سنت نوریہ ہبلی شہر میں پہلی بار دو روزہ عظیم الشان امام احمد رضا کانفرنس کی جا رہی ہے۔ جس میں ملک و ملت کے مشاہیر علمائے کرام، سادات عالی وقار، مشائخ عظام، مفتیان ذوی الاحترام، قائدین و دانشوران قوم و ملت، سیاسی قائدین اور شہر کے اسلامیان کثیر تعداد میں شریک ہو رہے ہیں۔ جو قرآن و حدیث کی روشنی میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کی ملک میں آئندہ اتحاد اور درپیش مسائل پر سیر حاصل گفتگو فرماتے ہوئے ان کا معقول حل پیش کریں گے۔ اور ملت کی مضبوط اتحاد کو ... کے قرآن شریف کی آفاقی پیغام پر ... عمل کریں گے۔ اس کانفرنس میں کم و بیش پچاس ہزار فرزندان اسلام کی شرکت کی توقع ہے۔

کانفرنس کے اپنے مجوزہ پروگرام کے تحت اس موقع پر مسلمانوں کیلئے قرآن و حدیث کے مطابق قرآنی تعلیمات اسلام اور حب رسول ﷺ کے فروغ ... کیمپ ... لگائے جائیں گے۔ نیز دانشوروں، فرزندان اسلام، غیر مسلموں، نوجوانوں، علماء اور والدین کیلئے مخصوص نشستوں کا انعقاد ہوگا۔ جس میں اس صدی کے مجدد اعظم اسلام ... امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت، تعلیمات اور ان کے کارناموں سے روشناس کرایا جائے گا۔ اور اس تعلق سے کتب و رسائل کی ایک نمائش بھی ہوگی۔ کانفرنس کے دیگر پروگراموں کا اعلان ... اخبارات، رسائل اور اشتہارات کے ذریعہ کیا جائیگا۔ اس کانفرنس کی کامیابی میں آپ کی امداد و اعانت اور مفید مشوروں کی اشد ضرورت ہے۔

لہٰذا آپ سے گزارش کی جاتی ہے کہ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے اپنے اپنے حلقوں میں اس کی افادیت کا احساس دلائیں اور امداد و اعانت کا ... فرمائیں۔ آپ اپنا پتہ اور فون نمبر بھی ارسال کریں تاکہ آئندہ آپ سے رابطہ جاری رکھ سکیں۔

مزید معلومات کے لئے دفتر کے پتہ پر رابطہ قائم کریں:

مرکزی دار العلوم اہل سنت نوریہ، ... روڈ، اسلام پور، ہبلی - ۵۸۰۰۲۳

اوقات دفتر: ... ۱۲ ... ۳ ... فون نمبر: ۳۰۵۵۲ ... فیکس نمبر: ۰۸۳۶-۳۶۸۳۶۲

اخبارِ رضا

○ حضرت سید آل رسول حسنی مارہروی کی جدید انگریزی تصنیف "ISLAM THE RELIGION OF HUMANITY" کو رضوی کتاب گھر نے شائع کر دیا ہے۔ قیمت 50/- روپے ○ حضرت سید آل رسول حسنی مارہروی کی مرتبہ "کیا آپ جانتے ہیں؟" پاکستان میں مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور نے شائع کر دی ہے۔ ○ رضا دارالمطالعہ، پوکھریرا سیتامڑھی، بہار نے مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی کی حدائق بخشش کی چند منقبتوں کی شرح "عرفانِ رضا در مدحِ مصطفیٰ" دو حصوں میں شائع کر دی ہے۔ قیمت 240/- روپے ہے۔ ○ رضا دارالمطالعہ، پوکھریرا سیتامڑھی، بہار نے [illegible] کی مرتبہ [illegible] غوث اعظم کا مجموعہ [illegible] شائع کیا ہے قیمت 40/- روپے ○ تحریک فکر رضا کے رکن جناب مولانا محمد علی رضا قادری نے وہابی مذہب کی بنیادی کتاب "تقویۃ الایمان" کے مختلف عنوانوں پر تحقیق کر کے "تقویۃ الایمان میں تحریف کیوں؟" ترتیب دی ہے جو جلد ہی [illegible] کے تحت شائع کی جائے گی۔ ○ تحریک فکر رضا [illegible] پاک (اسلام آباد) کشمیر نے دو کتابیں شائع کر کے مفت تقسیم کی ہیں۔ (۱) [illegible] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے [illegible] کی شہادت پر" [illegible] (۲) [illegible] ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری (کراچی) کی نئی تصنیف "اسلام" ○ مولانا محمد [illegible] نے [illegible] کی کتاب "[illegible]" [illegible] کا جواب [illegible] تحریر کیا ہے [illegible] 422 [illegible] 25/- روپے ○ ڈاکٹر محمد مسعود احمد [illegible] اطلاع دی ہے کہ "حیاتِ اعلیٰ حضرت" (کامل) چار جلدوں کی کتابت ہو رہی ہے۔ ان شاء اللہ شوال میں طبع ہو کر کتاب منظر عام پر آ جائے گی۔ سائز 20x30 صفحات [illegible] 104 [illegible] مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب [illegible] ○ مرکز [illegible] کیرالا سے عربی و اردو [illegible] زبانوں میں ماہنامہ "الثقافۃ" مسلسل [illegible] سالوں سے شائع ہو رہا ہے۔ [illegible] ماہنامہ "الثقافۃ" مرکز [illegible] ○ [illegible] مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی [illegible] "فتاویٰ مصطفویہ" کی ترتیب اور حواشی و تعلیقات میں مصروف ہیں۔ لہٰذا علماء و مشائخ اور احباب اہل سنت سے گزارش ہے کہ اگر آپ کی [illegible] میں فتاویٰ کی کوئی کاپی یا کسی قسم کی علمی [illegible]

کرم اصل ... مفتی صاحبان کو بھیجا جائے گا۔ آپ کے ذکر خیر کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔ O سنی دعوت اسلامی کا سالانہ عالمی سنی اجتماع (دارالعلوم امجدیہ) کراچی میں ۱۹، ۲۰، ۲۱ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو منعقد ہو گا۔ شرکت فرمائیں۔ O دعوت اسلامی کا سالانہ عظیم الشان اجتماع احمد آباد میں ۱۱، ۱۲، ۱۳ ستمبر ۱۹۹۹ء کو منعقد کیا جائے گا۔ شرکت فرمائیں۔

رضا نامے

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی۔ ایڈیٹر جہان رضا، مرکزی مجلس رضا۔ لاہور

آپ کا رسالہ "افکار رضا" جناب معین الدین صاحب کی وساطت سے ملا۔ شکریہ قبول فرمائیے۔ آپ نے اس بار "افکار رضا" کو بڑی محنت سے تیار کیا ہے۔ علمی مقالات شائع کیے ہیں۔ تحقیقی مضامین آئے اور یہ "ضرورت ہے" کے عنوان سے بہت اچھا لگا۔ کسی زمانے میں ہمارے ایک قومی شاعر نے ایک اردو دست نظم کی تھی۔ "مجھے ملت کے ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے" آپ نے اسے اپنے اداریہ کا موضوع بنایا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ پر بڑا تحقیقی اور مفصل مضمون آگیا ہے اس طرح آپ نے اپنے مشن اسلاف کا ذکر محفوظ کرنے کی طرف اہم قدم اٹھایا ہے۔ آپ نے پاکستان کے قیام کی یادوں کو "روئیداد پاکستان" کے عنوان کے ساتھ بڑے لطیف انداز میں قلم بند کیا ہے یوں لگتا ہے کہ آپ کراچی میں "گلستان رضا" میں سیر کر رہے ہیں اور خیابان عقیدت کے پھول اور شمع شبستان رضا کے پروانے گرد و پیش میں پرواز کر رہے ہیں۔ آپ جن احباب کو ملتے ہیں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے حوالے سے ملتے ہیں اور اس طرح آپ نے اپنے اس سفر نامہ کو "سفر نامہ عقیدت" بنا دیا ہے، ماشاءاللہ بہت اچھا لکھا۔

مجھے رضا نامے پڑھ کر دلی خوشی ہوئی۔ اب ہندوستان کے اہل علم و قلم اعتراف کرنے لگے ہیں کہ "افکار رضا" خصوصیت کے ساتھ اعلیٰحضرت بریلوی کے افکار و نظریات کا ترجمان ہے۔ اس کالم کو جو وسعت دی ہے اور علماء کرام کو دعوت دی ہے کہ وہ اپنے تاثرات، مقالات، علاقائی مسائل پر قلم اٹھائیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا "جہان رضا" کے قارئین بڑی دلچسپی اور وابستگی سے اپنے تاثرات رقم کرتے ہیں۔

اگلے ہفتے کی ڈاک میں "جہان رضا" جولائی، اگست ۹۹ء آپ کے نام فوری طور پر علماء کرام تک پہنچائیں۔ جن حضرات کے خطوط آتے ہیں وہ اپنا تحقیقی اور افکار کا اظہار کرتے ہیں۔

تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔
- علماءِ اہلِ سنّت وجماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج واشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔
- اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔
- ہر اٹھتے ہوئے سوالوں کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجیے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مددگار رہوگا۔